فیوض رحمانی

مؤلف:

حافظ قاری مولانا عبدالرحمٰن محدث پانی پتیؒ

ناشر

قرأت اکیڈمی

ترکیسر سورت، گجرات - ۳۹۴۱۷۰ (انڈیا)

فیوض رحمانی

مؤلف:

حافظ قاری مولانا عبدالرحمن محدث پانی پتیؒ

ناشر:
قراءت اکیڈمی۔ ترکیسر۔ سورت۔ گجرات۔ انڈیا۔
Mob: 09825364632

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

نام کتاب:	فیوض رحمانی
مؤلف:	حافظ قاری مولانا عبدالرحمٰن پانی پتیؒ
باہتمام	مولانا قاری مفیدالاسلام فلاحی
ناشر:	قراءت اکیڈمی۔ ترکیسر
سنِ طباعت	ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ جنوری ۲۰۱۸ء

ملنے کا پتہ:

قراء ت اکیڈمی۔

ترکیسر۔ سورت۔ گجرات۔ انڈیا۔394170

موبائل: 09825364632

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا سَوَآءَ الطَّرِیْقِ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ
اَلَّذِیْ ھُوَ بِالْاِھْتِدَآءِ حَقِیْقٌ

امابعد بندۂ ہیچ کارہ عبدالسلام عفی عنہ انصاری عرض کرتا ہے کہ ختم قرآن نماز تراویح میں بین السورتین بسم اللہ بجہر پڑھنے کے بابت اب پھر بعض حضرات کلام کرنے لگے۔ تو مشفقی حافظ محمد عبدالخالق صاحب دربھنگوی نے فرمایا کہ اس مسئلہ کے متعلق جو ایک تحریر حضرت مولانا ومقتدانا جناب مولوی حافظ قاری حاجی محمد عبدالرحمٰن صاحب محدث مرحوم ومغفور کی بزبان فارسی ہے اُس کا ترجمہ اردو زبان میں کردیا جاوے، لہٰذا امتثالاً لأمرھم اس کا ترجمہ کرتا ہوں اور بعض روایت جو اختصاراً حضرت مرحوم نے نہیں لکھی تھی اس میں زائد کیے دیتا ہوں مگر چونکہ وہ تحریر بطور ایک خط کے جواب میں تھی لہٰذا تاوقتیکہ اُس خط کو نقل نہ کیا جاوے پورے طور سے جواب سمجھ میں نہیں آسکتا، اس لئے اس خط کی نقل اوّل کرتا ہوں بعد میں ترجمہ تحریر مذکور کیا جائے گا۔

نقلِ خط مستفتی

مولانا ومرشدنا مدظلہ العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا استفتا جس میں کلمہ ﴿قَالَا الْحَمْدُ. وَذَاقَا الشَّجَرَۃَ. وَاسْتَبَقَا الْبَابَ﴾ کے گھٹانے بڑھانے کا بیان ہی دیکھنے میں آیا۔ بوجہ اپنی سوء فہمی کے چند مقام

سمجھ میں نہیں آئے۔آپ کے قول کو "قال مولانا" کا لفظ اوّل میں لکھ کے بعینہٖ نقل کرتا ہوں جواب مفصّل مع دلیل کے ارقام فرمادیں۔ ماسوااس کے اور بھی چند امور قابل گزارش ہیں۔ انکے جوابات بھی مرحمت ہوں۔

قال مولانا: جس جگہ التباس تثنیہ کا مفرد کے ساتھ ہواور توہّم خلاف مراد کا ہوتا ہواس جگہ اشعار تثنیہ کا ضرور ہے۔ تا توہّم خلاف مراد کا جاتا رہے۔ اور یہ توہّم خلاف مراد کا سورۂ نمل میں کلمۂ ﴿ قَالَ الْحَمْدُ﴾ میں یقیناً ہے۔ لہذا فتحہ لام تھوڑا سا کھینچ کر پڑھے الف سے کم اور کلمۂ ﴿ ذَاقَا الشَّجَرَةَ﴾ اور ﴿وَاسْتَبَقَا الْبَابَ﴾ میں اگر التباس سمعی ہے پر توہّم خلاف مراد نہیں لہٰذا ان دونوں جگہ بھی اگر فتحہ کو نہیں کھینچے گا تو مضائقہ نہیں، انتھیٰ کلامہ الشریف۔

میری فہم ناقص میں یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کیا وجہ ہے کہ ﴿قَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ میں تو توہّم خلاف مراد بھی ہے اور التباس بھی ہے اور کلمۂ ﴿ذَاقَا الشَّجَرَةَ﴾ اور ﴿وَاسْتَبَقَا الْبَابَ﴾ میں فقط التباس ہی ہے حالانکہ سب صیغے تثنیہ کے ہیں مابہ الفرق مفصّل بیان فرمائیں جس کی وجہ سے بخوبی معلوم ہو جاوے کہ اوّل جگہ میں دونوں امر لازم آتے ہیں اور دوسری جگہ میں فقط التباس ہی ہوتا ہے۔

قال مولانا: بلکہ امام صاحب بھی ختم قرآن وقراءت میں مقلّد ائمہ قراءت کے ہیں البتہ امام صاحب کے نزدیک تسمیہ جزوِ قرآن ہے پر جزو سورۃ کا نہیں لہٰذا آہستہ پڑھنے کو کہتے ہیں انتھیٰ کلامہ

گزارش یہ ہے کہ جب امام صاحب کے نزدیک تسمیہ فقط جزوِ قرآن ہے تو آہستہ پڑھنے کو کیوں کہتے ہیں بلکہ یوں چاہئے تھا کہ تمام قرآن میں ایک جگہ جہر سے پڑھا جاوے، البتہ اگر قرآن سراًپڑھا جاوے تو تسمیہ بھی ایک دفع سراًپڑھا جاوے، نہ

کہ مطلقاً، اس عبارت کا مطلب بخوبی میری سمجھ میں نہیں آتا۔

قال مولانا: امام حمزہؒ بالکل تسمیہ تمام قرآن میں جائز نہیں کہتے مانند امام صاحب کے کہ ہم وطن وہم عصر تھے انتہیٰ کلامہ۔

عرض یہ ہے کہ جب تسمیہ امام صاحب کے نزدیک جزوِ قرآن ہوا اور امام حمزہؒ بالکل تسمیہ کو جائز نہیں کہتے تو پھر کس بات میں امام حمزہ امام صاحب کے مانند ہوئے، امام صاحب کس امامِ قراءت کے مقلّد ہیں جب امام صاحب مقلد ٹھیرے تو یہ کہنا کہ امام صاحب کے نزدیک تسمیہ فقط جزوِ قرآن ہے کیونکر صحیح ہوگا کیونکہ امام صاحب کو تو وہ ارشاد فرمانا چاہیے جو موافق اس امام کے ہو جس کے امام صاحب مقلد ہیں ورنہ یہ کہنا پڑے گا کہ اس مسئلہ میں جو امام صاحب کے نزدیک حق تھا وہ ارشاد فرمایا، اس صورت میں امام صاحب مقلد نہ ٹھیریں گے بلکہ اجتہاد بذاتہ امام صاحب کا ثابت ہوگا، اگر نماز میں کوئی پوری سورت ایک رکعت میں پڑھی جاوے تو بسم اللہ پڑھنا نہ پڑھنا موافق اس قراءت کے جسکے موافق سورت پڑھی گئی ہے چاہیے یا نہیں، اگر اتباع امام صاحب کا کر کے بسم اللہ کو نہ پڑھے تو اس صورت میں ظاہراً کذبِ روایت لازم آوے گا، کیونکہ تمام سورۃ پڑھنے میں تو اقتداء امامِ قراءت کی گئی فقط بسم اللہ پڑھنے میں اقتداء امام صاحب کی جاوے گی کچھ عجب نہیں کہ آپ کے فتوے میں ناقل کی وجہ سے کچھ غلطی واقع ہوگئی ہو جس کی وجہ سے یہ چند شبہے مجھے پیدا ہوئے، ورنہ بیشک میری خطا فہمی کی وجہ سے یہ شبہے پیدا ہوئے، اب ہر ایک کا جوابِ مفصل ارقام فرماویں۔

اس سوال کا جواب جو حضرتِ مرحوم نے ارقام فرمایا اسکا ترجمہ یہ ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ

امابعد مشفقاً! آپ کا استفتا مکرر متعلق بعض کلماتِ قرآنی آیا، اس کے جواب سے پہلے چند مقدمات لکھتا ہوں ان کو مدنظر رکھنے سے جواب خوب سمجھ میں آجاوے گا۔

مقدمۂ اول: صحابہ کرام کے بعد کے طبقہ میں جب مفسدانِ زمانہ نے ہزاروں حدیثیں موضوع بنا کے دین محمدی میں داخل کر کے طریق شریعت کو ایسا درہم برہم اور خلط ملط کر دیا کہ حق کا باطل ہے اور سنت کا بدعت سے متمیز ہونا دشوار ہو گیا تو اربابِ تحقیق اور متبعانِ سنت نبوی کو از حد رنج ہوا اور انھوں نے سنت کو بدعت سے اور حق کو باطل سے جدا کرنے کی بہت سی تدبیریں سونچیں اور نکالیں اور ہر شخص نے ایسے ایسے مضبوط قواعد نکالے کہ جن پر عمل کرنے سے خود بخود حق باطل سے سنت بدعت سے متمیز ہو جاوے، دشمنانِ دین کا فتنہ وفساد مٹ جاوے، ان ہی قواعد کا نام اصول فقہ اور ان کے اختیار کرنے کا نام مذہب ہے اور ان کے باندھنے والے مجتہدین مطلق ہیں جیسے امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ اور امام مالکؒ وغیرہم۔

پھر جس نے طریقۂ نجات مستخرجہ امام ابوحنیفہؒ کا اختیار کیا وہ حنفی ہو گیا اور جس نے امام شافعی کا نکالا ہوا طریقہ اختیار کیا وہ شافعی ہو گیا، علیٰ ہذا القیاس تمام ائمہ اہل سنت میں سے جنھوں نے ایسا طریقہ نکالا وہ سب صاحبِ مذہب اور مجتہدین مطلق ہو

گئے، گو ان میں سے چار مشہور رہ گئے اور باقی متروک اور مندرس ہو گئے، اب جس نے طریقۂ نجات میں اور قرآن اور حدیث پر عمل کرنے میں اور ان سے مسائل استخراج کرنے میں امام ابو حنیفہؒ کا طریقہ اختیار کیا وہ حنفی ہو گیا اور جس نے امام شافعیؒ کا طریقہ اختیار کیا وہ شافعی ہو گیا اور اسی طرح مالکیؒ و حنبلیؒ وغیرہ۔

اب جب تک وہ شخص مثلاً حنفی استخراج مسائل میں اصول امام ابو حنیفہ کو پکڑے رہے گا حنفیت سے خارج نہیں ہونے کا، گو بعض مسائل میں مخالفت امام ابو حنیفہؒ کی لازم آجاوے، مانند صاحبینؒ و زفرؒ وغیرہم کے کہ باوجود اس امر کے کہ صدہا مسائل میں یہ لوگ حضرت امام صاحبؒ سے مخالفت رکھتے ہیں مگر جب تک اصولِ امام صاحب کو نہیں چھوڑتے حنفی ہی کہلائے جاتے ہیں، کیونکہ جب تک اصول میں پابندی مجتہد مطلق کی جاوے اس وقت تک مسائل اجتہادیہ میں مخالفت کرنے سے مخالفت مذہب نہیں لازم آتی اس بات کو خوب یاد رکھنا چاہیئے۔

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ علم قراءت ایسا علم ہے کہ جس کا مدار بالکل نقل اور صحتِ روایت پر ہے، قیاس اور عقل کو اس میں بالکل دخل نہیں اور علم فقہ منصوصات اور مجتہدات دونوں سے مرکب ہے مگر اس میں بھی مسائل منصوصہ میں کسی کی تقلید نہیں، اماموں کی تقلید جو ہے وہ مسائل اجتہادیہ میں ہے اور مسائل منصوصہ میں شارع علیہ الرحمہ کے سوا اور کسی کی تقلید نہیں ہوتی، لہٰذا ہر مسئلہ قراءت میں سوائے نقل اور صحت روایت کے اور سند ڈھونڈھنی چاہئے۔

مسئلہ قراءت کی سند ائمہ فقہاء کے اقوال سے تلاش کرنی سخت اور فاش غلطی ہے، بلکہ اس کی سند ائمہ قراءت سے پوچھنی چاہیے، کیونکہ وہ ہر ہر نقطہ اور ہر ہر حرکت اور سکون کی سند پہونچانے کے متکفل ہوئے ہیں اور نیز روایتِ قرآن میں ضعیفوں

اور بدمذہبوں کی بھی گنجائش نہیں اور قرآن شریف کی سند اور روایت متواتر حضرت ﷺ سے ان ائمہ تک اور ان ائمہ سے ہمارے تک بواسطہ اساتذہ ثقات پہونچی ہے، پس تصحیح اور تکمیلِ قرآن کی قاریوں اور ان کے راویوں سے ڈھونڈ کر صحت روایت کے بعد اس پر عمل کرنا چاہئے اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے۔

صحتِ روایت کے بعد حدیث پر عمل کرنا چاہئے نہ میرے قول پر اور یہ بھی مجتہدات میں ہے نہ منصوصات میں کہ جنکا مدار روایت ہی پر ہے اور اگر تسلیم بھی کر لیا جاوے تاوقتیکہ امام ابوحنیفہؒ کا کوئی اس قسم کا قول کہ قرآن شریف کا ختم موافق قراءت سبعہ مقررہ متواترہ کے فرادیٰ فرادیٰ نہ کرنا چاہئے نہ نماز میں نہ خارج نماز سے، نہ نفل میں نہ فرض میں، پیش نہ کیا جاوے اس وقت تک منکر کا قول قبول نہ ہوگا، یہ بات بھی تنزلاً ہے، ورنہ بیان ہو چکا ہے کہ مسائل منصوصہ میں تقلید نہیں ہوتی۔

غایت مافی الباب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں نماز میں شروع فاتحہ میں تسمیہ سراً مسنون اور غیر فاتحہ میں شروع سورۃ پر مستحب ہے نہ مسنون اور کتب فقہ میں غیر نماز کی حالت میں اس سے بحث نہیں، مگر قراء اس سے بھی بحث کرتے ہیں اور محققین حنفیہ کے نزدیک بسم اللہ مستقل آیت ہے کہ جو سورتوں میں فاصلہ کے واسطے نازل ہوئی ہے اور اسی وجہ سے محققین حنفیہ نے اپنی کتب میں لکھا ہے کہ ختم قرآن میں ایک جگہ ضرور بسم اللہ پڑھ لیوے تاکہ ختم قرآن پورا ہو جاوے ورنہ ختم ناقص رہ جائے گا۔

تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ جو کچھ بین الدفتین ہو اور مصاحف عثمانیؓ کی رسم اس کی محتمل ہو اور قواعد نحویہ کے موافق اور نقل صحیح اور متواتر (جو حضرت رسول خدا ﷺ سے) ہمارے تک پہونچا ہو وہ قرآن ہے، اس میں کسی کو کلام نہیں اور نماز اس سے صحیح اور درست ہے اور تسمیہ پر یہ سب باتیں صادق آتی ہیں اور نیز باجماع مذاہب

اربعہ نماز اور غیر نماز ہر حال میں قراءت سبعہ کے ساتھ کلام اللہ کا پڑھنا جائز ہے، امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کسی کو اس امر میں کلام نہیں، بحکم حدیث "اُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ كُلُّهَا شَافٍ وَّ كَافٍ" اور جواز میں تخصیص خارج نماز داخل کی نہیں ہے، اختلافِ قراءت خواہ بحرکت ہوں خواہ بکلمہ خواہ بہ تبدیل کلمہ، خواہ بزیادتی کلمہ، خواہ بحذف کلمہ کسی طرح کا اختلاف ہو سب جائز ہیں۔

پھر تسمیہ کو خاص نماز میں ناجائز کہنے بغیر دلیل نقلی کے جو قرآن وحدیث سے ہو یا کسی معتمد دینی کا قول ہو قبول نہیں کیا جاسکتا کیونکہ تارکین خود تارکین ہیں اپنے ترک پر دلائل نقلی رکھتے ہیں اور مبسملین سے بعض تسمیہ کو جزوِ ہر سورۃ اور آیت مستقلہ اور بعض جزوِ آیت اولیٰ ہر سورۃ کہتے ہیں اور سب دلائل نقلیہ متواترہ رکھتے ہیں اور باوجود ان سب امور کے پھر کہیں اسمام ابوحنیفہؒ سے اس بات کی تصریح بھی نہیں آئیں کہ سب قراء کے اختلاف سارے قرآن میں پڑھنے جائز ہیں مگر مبسملین کے قول کے موافق تسمیہ نہ کرنا چاہئے اور تسمیہ کا مسئلہ اجتہادی بھی نہیں جو دعویٰ اجتہاد ابوحنیفہؒ صحیح ہو کیونکہ منصوصات میں اجتہاد جائز نہیں، لہٰذا چونکہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مقلد مسائل اجتہادیہ میں ہیں نہ مسائل منصوصہ میں، تو ہم کو اس بات کا قائل ہونا پڑا کہ ہم مسائل فقہیہ میں تو امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں کیونکہ وہ امام اور مجتہد مطلق تھے اور قراءت میں مقلد ائمہ قرآن اور راویان قراءت کے ہیں کیونکہ وہ ہر ہر حرف اور ہر ہر نقطہ کی سند متصل و متواتر آنحضرت ﷺ تک رکھتے ہیں اور قراءت میں ابوحنیفہؒ بھی مقلد راویانِ قرآن کے تھے، اور یہ بات کہیں ثابت نہیں ہوئی کہ امام ابوحنیفہؒ نے قرآن میں اس طرح اجتہاد کیا ہے اور کیوں کرتے سمعیات میں تو اجتہاد کی گنجایش ہی نہیں ہوتی اور اگر اجتہاد کی گنجایش ہے تو جہاں سے اس تسمیہ کی ممانعت مستنبط ہوتی ہو

بتاؤ اور احتمال اس مسئلہ میں محض احتمال لاعن دلیل ہے جو قابل پذیرائی نہیں ہوسکتا۔فتبصرو تثبت

اب جاننا چاہئے کہ اس مقدمہ میں حضرت مرحوم نے جن روایات کا ذکر کر کے ان کو اختصاراً تحریر نہیں فرمایا اس ترجمہ میں ان کا نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے، چنانچہ حضرت عالم ربّانی امام ابوعمرو دانیؒ اپنی کتاب تیسیر میں اپنی ہر ہر قراءت کی سند کو اول قراء تک اور پھر قراء سے جناب رسالت پناہ تک پہونچا کے باب البسملہ میں کہتے ہیں: ''اِخۡتَلَفُوۡافِی التَّسۡمِیَةِ بَیۡنَ السُّوۡرَتَیۡنِ فَکَانَ ابۡنُ کَثِیۡرٍ وَ قَالُوۡنُ وَعَاصِمٌ وَالۡکَسَائِیُ یُبَسۡمِلُوۡنَ بَیۡنَ کُلِّ سُوۡرَتَیۡنِ فِیۡ جَمِیۡعِ الۡقُرۡآنِ مَا خَلَا الۡاَنۡفَالِ وَالۡبَرَاءِ ةِ فَاِنَّهٗ لَا خِلَافَ فِیۡ تَرۡکِ الۡبَسۡمَلَةِ بَیۡنَهُمَا''

ترجمہ:یعنی قراء سبعہ میں بین السورتین بسم اللہ پڑھنے میں اختلاف ہے چنانچہ ابن کثیر اور قالون اور عاصم اور کسائی نے تو تمام قرآن میں ہر دو سورتوں کے بیچ میں سوائے انفال اور براءۃ کے بسم اللہ پڑھی ہے، پس جب ان لوگوں کا مذہب پڑھنے کا ہوا تو باقی تارکین میں رہ گئے، اور صاحب شاطبیؒ نے اس مسئلہ کو اپنی کتاب کے اس شعر میں بیان کیا ہے، شعر:

وَبَسۡمَلَ بَیۡنَ السُّوۡرَتَیۡنِ بِسُنَّةٍ رِجَالٌ نَمَوۡهَا دِرۡیَةً وَّ تَحَمُّلا

ترجمہ: ہر جگہ بین السورتین ان لوگوں نے کہ جو کامل الرجولیۃ ہیں درایۃً وروایۃً ہر طرح موافقِ سنّتِ نبوی کے بسمَ اللہ پڑھی ہے۔

صاحب شعلہ اس شعر میں یوں لکھتا ہے: ''اَلسَّنَةُ لُغَةً اَلطَّرِیۡقُ، وَ اصۡطِلَاحاً:قَوۡلُ الرَّسُوۡلِ صلّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ اَوۡ فِعۡلُهٗ اَوۡ تَقۡرِیۡرُهٗ نَمَوۡهَا:رَفَعُوۡهَا وَاَسۡنَدُوۡهَا اِلَی الصَّحَابَةِ .ثُمَّ قَالَ فِیۡ مَقَاصِدِهٖ:تلفظ

بِبِسْمِ اللّٰهِ وَفَصَلَ بِهَا بَيْنَ كُلِّ سُوْرَتَيْنِ قَالُوْنُ وَالْكِسَائِيُّ وَعَاصِمٌ وَابْنِ كَثِيْرٍ الْمَرْمُوْزُعَنْهُمْ بِالْبَاءِ وَالرَّاءِ وَالنُّوْنِ وَالدَّالِ.وَتَرَكَ الْبَاقُوْنَ الْبَسْمَلَةَ لِأَنَّ الْبَسْمَلَةَ مِنْ قَبِيْلِ الْاِثْبَاتِ الدَّالِّ عَلٰى حَذْفِ الْبَاقِيْنَ،أه دَلِيْلُ الْمُبَسْمِلِيْنَ فَرَسْمُ الصَّحَابَةِ اِيَّاهَا فِي الْمَصَاحِفِ وَمَارُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَااُنْزِلَ عَلَيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ عَلِمَ أَنَّ تِلْكَ السُّوْرَةَ قَدْ خُتِمَتْ . وَلِغَيْرِ ذٰلِكَ وَلِهٰذَا قَالَ:"بِسُنَّةٍ" أَيْ آخِذِيْنَ بِسُنَّةٍ مُتَمَسِّكِيْنَ بِهَا .

وَدَلِيْلُ التَّارِكِيْنَ مَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ كُنَّا نَكْتُبُ:"بِسْمِكَ اللّٰهُمَّ"فَلَمَّا نَزَلَتْ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِيهَا﴾ كَتَبْنَا بِسْمِ اللّٰهِ فَلَمَّا نَزَلَتْ ﴿قُلِ ادْعُوااللّٰهَ اَوِادْعُواالرَّحْمٰنَ﴾ كَتَبْنَا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ فَلَمَّا نَزَلَتْ ﴿ اِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَاِنَّهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ كَتَبْنَاهَا.

ثُمَّ الْمُبَسْمِلُوْنَ بَعْضُهُمْ عَدَّ هَاآيَةً مِّنْ كُلِّ سُوْرَةٍ سَوَاءَ بَرَاءَ ةٍ وَهُوَ غَيْرُ قَالُوْنِ وَعَدَّ هَا حَمْزَةُ مِنْ تَارِكِيْنَ اٰيَةً مِّنَ الْفَاتِحَةِ فَقَطْ وَلَا شُبْهَةَ عِنْدَ الْكُلِّ فِيْ سُوْرَةِ النَّمْلِ أَنَّهَا اٰيَةً . وَقَوْلُهُ:"رِجَالٌ" مَدْحٌ لَهُمْ بِكَمَالِ الرُّجُوْلِيَّةِ اَيْ بَسْمَلَ رِجَالٌ اَسْنَدُوْاالْبَسْمَلَةَ اِلَى الصَّحَابَةِ جَامِعِيْنَ بَيْنَ الدِّرَايَةِ وَالرِّوَايَةِ.

کہ جس کا خلاصہ ترجمہ (بعد تحقیق لغات وبیانِ تراکیب ورموز کہ جن کے بیان کی یہاں ضرورت نہیں) یہ ہے کہ ہر دوسورتوں کے درمیان میں موافق طریقۂ مسنونہ کے قالون اور کسائی اور عاصم اور ابن کثیر نے بسم اللہ پڑھی ہے اور باقی قاریوں نے نہیں پڑھی۔

دلیل اول: مبسملین کی دلیل اول تو یہ ہے کہ بسم اللہ کو صحابہ کرام نے باتفاق رسم الخط مصاحف میں ثابت رکھا۔

دوسری دلیل: اور دوسری دلیل حدیث ابن عباسؓ کی ہے کہ جس میں وہ فرماتے ہیں کہ جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نازل ہوتی تھی تب جناب سرور عالم ﷺ کو معلوم ہوتا تھا کہ اب وہ سورۃ جو نازل ہو رہی تھی ختم ہوگئی اور ماسوا ان کے اور بھی احادیث ہیں کہ جنکی وجہ سے شاطبیؒ لفظ ''بِسُنَّةٍ'' بولا ہے یعنی بسم اللہ پڑھنے والے اپنا ماخذ اور سند رسول ﷺ کی سنت رکھتے ہیں۔

تارکین کی دلیل: اور تارکین کی دلیل حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث ہے کہ جس میں وہ فرماتے ہیں کہ پہلے ہماری عادت تھی کہ بسمک اللّٰھم لکھا کرتے تھے، جب ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِیهَا﴾ نازل ہوئی تو بِسْمِ اللّٰهِ لکھنے لگے اور جب ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ﴾ نازل ہوا تو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ لکھنے لگے اور جب ﴿ اِنَّهٗ مِنْ سُلَیْمَانَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ نازل ہوا تو ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ لکھنے لگے۔

پھر بجہر بسم اللہ پڑھنے والوں میں سے قالون کے سوا اور قاریوں نے تو بسم اللہ کو سورہ براءت کے سوا اور سب سورتوں کی ایک آیت گنا ہے، اور تارکین میں سے فقط امام حمزہؒ نے صرف سورۂ فاتحہ کی ایک آیت گنا ہے اور سورۂ نمل کے بیچ میں جو بسم اللہ ہے وہ سب کے نزدیک بے شبہ اس سورۂ کی جزوِ آیت ہے۔ اور حضرت ملا علی قاریؒ جو علمائے حنفیہ میں بڑے محقق و مشہور باقتدار عالم ہوئے ہیں وہ اسی شعر شاطبی کی شرح میں یوں لکھتے ہیں: ''بَیْنَ السُّوْرَتَیْنِ'' ظَرْفُ بَسْمَلَ ''رِجَالٌ'' فَاعِلُهٗ، وَ''بِسُنَّةٍ'' حـ لٌ مِنْ ''رِجَالٌ'' مُقَدَّمٌ عَلَیْهِ اَیْ اٰخِذِیْنَ مُتَمَسِّکِیْنَ بِهَا اَوْ

نَعْتٌ لِمَصْدَرٍ مُقَدَّرٍ اَیْ بَسْمَلَ بَسْمَلَةً بِسُنَّةٍ مَنْقُوْلَةٍ وَ''نَموْهَا'' رَفعُوْهَا صِفَةُ ''رِجَالٌ'' اَوْبِسُنَّةٍ وَ''دِرْيَةٍ'' مَصْدَرٌمِنْ دَرٰی وَ''تَحَمَّلا'' مَصْدَرُ تَحَمَّلَ نُقِلَ تَمِيْزَانِ لِسُنَّةٍ اَیْ وَصَلُوْهَا مِنْ جِهَةِ الدِّرَايَةِ وَالرِّوَايَةِ وَمَعْنٰی الرُّمُوْزِ اَثْبَتَ ذُوْبَاءِ بِسُنَّةٍ وَرَاءِ رِجَالٌ وَنُوْنِ نَموْهَا وَدَالِ دِرْيَةً قَالُوْنُ وَالْكَسَائِیُّ وَعَاصِمٌ وَابْنُ كَثِيْرٍ اَلْبَسْمَلَةَ بِكَمَالِهَا بَيْنَ كُلِّ سُوْرَتَيْنِ مُتَّصِلَتَيْنِ وَمُنْفَصِلَتَيْنِ مُتَغَايِرَتَيْنِ وَلَوْ غَيْرَ مُرَتَّبَتَيْنِ اِلَّاالْمُسْتَثْنَاةَ وَعُلِمَ اَنَّ الْبَاقِيْنَ لَا يُبَسْمِلُوْنَ فَاِنَّ هٰذَامِنْ قَبِيْلِ الْحَذْفِ وَالْاِثْبَاتِ وَسَيَاتِیْ تَفْصِيْلُ مَذْهَبِ الْبَاقِيْنَ .

وَمَعْنَی الْبَيْتِ اَنَّ اَهْلَ الْبَسْمَلَةِ جَمَاعَةٌ مَتَمَسِّكُوْنَ بِالسُّنَّةِ ثَابِتُ الرُّجُوْلِيَّةِ رَفَعُواالْمَسْئَلَةَ وَأَسْنَدُوْهَا اِلٰی غَيْرِهِمْ مِنْ اَرْبَابِ الدِّرَايَةِ وَلَايَخْفٰی اَنَّهٗ قَدَّمَ مَحَلَّ الْخِلَافِ عَلَی الْوِفَاقِ لِاَنَّهُ الْمَقْصُوْدُ وَبِهٖ يُفْهَمُ غَيْرُهٗ بِالْاِتِّفَاقِ وَهٰذَاالْخِلَافُ اِنَّمَا هُوَ فِی الْوَصْلِ كَمَا قَالَهُ الْمَكِّیُّ وَالْمَعْنٰی اَنَّ مَحَلَّهٗ اِذَالَمْ يَقِفْ عَلٰی اٰخِرِ الْاُوْلٰی وَفُهِمَ مِنَ الْاَ صْلَيْنِ تَعَيُّنُ الْبَسْمَلَةِ فِی الْاِبْتِدَاءِ النَّاشِیْ عَنِ الْوَقْفِ وَ خَرَجَ وَصْلُ الطَّرِيْقَيْنِ مِنْ سُوْرَةٍ كَمَا اِذَا كَرَّرَالْاِخْلَاصَ مَثَلًا فَاِنَّهٗ لَا بُدَّ مِنَ الْبَسْمَلَةِ فِیْ كُلِّ قِرَاءَةٍ لِاَنَّهَا مُبْتَدَأٌ بِهَا فِیْ ذٰلِكَ الْحَالَةِ وَكَذَا حُكْمُ وَصْلِ النَّاسِ بِالْفَاتِحَةِ لِاَنَّ لَهَا حُكْمُ الْاِبْتِدَاءِ.

ثُمَّ دَلِيْلُ الْمُبَسْمِلِيْنَ رَسْمُ الصَّحَابَةِ اِيَّاهَا فِی الْمَصَاحِفِ وَمَا رُوِيَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍؓ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا اُنْزِلَ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ عَلِمَ اَنَّ تِلْكَ السُّوْرَةَ قَدْ خُتِمَتْ وَلِهٰذَا اَخَذَ

الْمُحَقِّقُوْنَ مِنْ اَصْحَابِنَا الْحَنَفِيَّةِ اَنَّ الْبَسْمَلَةَ اٰيَةٌ مُّسْتَقِلَّةٌ اُنْزِلَتْ لِلْفَصْلِ لَيْسَتْ مِنْ اَجْزَاءِ السُّوَرِ.

وَفِيْ رِوَايَةٍ أُخْرٰى عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ كَانَ عَلَيْهِ السَّلامُ لا يَعْلَمُ انْقِضَاءَ السُّوْرَةِ حَتّٰى يُنْزَلَ عَلَيْهِ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ فَفِيْهِ دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّهٗ قَدْ تَكَرَّرَ اِنْزَالُهَا فِيْ اَوَّلِ كُلِّ سُوْرَةٍ فَهٰذِهِ السُّنَّةُ الَّتِيْ نَمُوْهَا.

وَدَلِيْلُ التَّارِكِيْنَ مَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍؓ كُنَّا نَكْتُبُ بِسْمِكَ اللّٰهُمَّ فَلَمَّا نَزَلَتْ﴿بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِيهَا﴾ كَتَبْنَا بِسْمِ اللّٰهِ فَلَمَّا نَزَلَتْ ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ﴾ كَتَبْنَا "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ" فَلَمَّا نَزَلَتْ ﴿ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمَانَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ كَتَبْنٰهَا. وَوَجْهُ الدَّلَالَةِ اَنَّ فِي الصَّدْرِ الْاَوَّلِ كَانَ الْوَصْلُ بَيْنَ السُّوْرَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ بَسْمَلَةٍ فَالجع اَنْ يَبَسْمَلَ فِي الْاِبْتِدَاءِ الَّذِيْ هُوَالْاَصْلُ وَيُتْرَكَ فِيْ حَالِ الْوَصْلِ جَمْعًا يُكْمَلُ بِهِ الْفَصْلُ الْمُعْتَبَرُ عِنْدَ اَهْلِ الْفَصْلِ.

وَالْحَاصِلُ اَنَّ التَّارِكِيْنَ اَخَذُوْا بِالْحَالِ الْاَوَّلِ وَالْمُبَسْمِلِيْنَ اَخَذُوْا بِالْحَالِ الْاٰخِيْرِ الْمُعَوَّلِ وَلَا يَخْفٰى قُوَّةُ دَلِيْلِ الْمُبَسْمِلِيْنَ لَا سِيَّمَا مَعَ كِتَابَةِ الْبَسْمَلَةِ فِيْ اَوَّلِ كُلِّ سُوْرَةٍ اِجْمَاعًامِنَ الصَّحَابَةِجَامِعِيْنَ بَيْنَ الرِّوَايَةِ وَالدِّرَايَةِ"

خلاصہ ترجمۂ عبارتِ حضرت ملاعلی قاریؒ یہ ہے کہ قالون اور ابن کثیر اور عاصم اور کسائی بین السورتین بسم اللہ پڑھتے ہیں اور باقی قاری نہیں پڑھتے اور سند پڑھنے والوں کی اول تو جمہور صحابہ کا فعل ہے، یعنی باتفاق سب نے رسم الخط میں بسم اللہ کو

ثابت رکھا اور دوسری حدیث ابن عباسؓ ہے اور حدیث ابن جبیر ہے کہ جو صاف طور پر اس بات پر دلالت کرتی ہیں تو بسم اللہ ہر سورۃ پر نازل ہوا کرتی تھی۔

اور تارکین کی سند حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث ہے اور یہ اختلاف جو ہے تو اس صورت میں ہے کہ جب دو سورتوں کو ملا کر پڑھا جاوے۔ اور اگر پہلی سورت کو ختم کر کے اس پر وقف کر دیا جاوے اور پھر دوسری سورۃ کو شروع کر دیا جاوے جیسا کہ تراویح میں دستور ہے تو باتفاق جملہ قراء وہاں بسم اللہ پڑھنی ہی چاہئے۔

اور مبسملین کی دلیل اول تو جملہ صحابہ کرام کا بسم اللہ کا رسم الخط مصاحف میں قائم رکھنا ہے اور دوسری دلیل حدیث ابن عباسؓ ہے کہ جس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ جب بسم اللہ نازل ہوتی تھی تو تب حضرت سرور عالم ﷺ سورۃ کے ختم ہونے کو جان جاتے تھے اور اسی وجہ سے ہمارے حضرات محققین حنفیہ نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ بسم اللہ آیۃ مستقلہ ہے جو سورتوں میں فاصلہ کرنے کیواسطے نازل ہوئی ہے اجزاء سورۃ سے نہیں ہے۔ اور قوتِ دلیل بسم اللہ پڑھنے والوں کی عیاں ہے، تمام ہوا خلاصہ ترجمہ ملا علی قاریؒ کا۔

اور اسی شعر کے شرح میں ابن القاصح یوں لکھتا ہے: ''اَخْبَرَ اَنَّ رِجَالًا بَسْمَلُوْا بَيْنَ السُّوْرَتَيْنِ اٰخِذِيْنَ فِيْ ذٰلِكَ بِسُنَّةٍ نَمَوْهَا اَیْ رَفَعُوْهَا وَ نَقَلُوْهَا وَهُمْ قَالُوْنُ وَالْكِسَائِیُّ وَعَاصِمٌ وَّابْنُ كَثِيْرٍ وَاَشَارَ اِلَيْهِمْ بِالْبَا وَالرَّاءِ وَالنُّوْنِ وَالدَّالِ مِنْ قَوْلِهٖ بِسُنَّةٍ رِجَالٌ نَمَوْهَا دِرْيَةً . وَعُلِمَ مِنْ ذٰلِكَ اَنَّ الْبَاقِيْنَ لَا يُبَسْمِلُوْنَ بَيْنَ السُّوْرَتَيْنِ لِاَنَّ هٰذَا مِنْ قَبِيْلِ الْاِثْبَاتِ وَالْحَذْفِ وَاَرَادَ بِالسُّنَّةِ الَّتِیْ نَمَوْهَا كِتَابَةَ الصَّحَابَةِ لَهَا فِی الْمُصْحَفِ. وَقَوْلُ عَائِشَةَؓ: اِقْرَءُوْا مَا فِی الْمُصْحَفِ وَكَانَ النَّبِیُّ ﷺ لَا يَعْلَمُ انْقِضَاءَ السُّوْرَةِ

حَتّٰی یُنْزَلَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، فَفِیْہِ دَلِیْلٌ عَلٰی تَکْرِیْرِ نُزُوْلِھَا مَعَ کُلِّ سُوْرَۃٍ وَمَعْنٰی دِرْیَۃً وَتَحَمُّلًا اَیْ دَارِیْنَ مُتَحَمِّلِیْنَ لَھَا اَیْ جَامِعِیْنَ بَیْنَ الرِّوَایَۃِ وَالدِّرَایَۃِ.

ترجمہ: ناظمؒ کہتا ہے کہ قالون اور کسائی اور عاصم اور ابن کثیر نے بموجب حدیث مرفوع کے بسم اللہ بین السورتین پڑھی ہے اور باقی قراء نے بسم اللہ نہیں پڑھی ہے اور حدیث مرفوع سے مراد ایک تو یہ امر ہے کہ صحابہ کرام نے بسم اللہ کو رسم الخط قرآن میں باتفاق ثابت رکھا ہے۔

اور دوسری حدیث حضرت عائشہؓ سے ہے کہ جس میں وہ فرماتی ہیں تم جو قرآن میں لکھا ہوا ہے اس کو پڑھا کرو اور جب تک بسم اللہ نازل نہیں ہوتی تھی حضرت ﷺ کو اس سورۃ کے ختم ہونے کے جو نازل ہوئی ہوتی تھی خبر نہیں ہوا کرتی تھی اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بسم اللہ ہر سورۃ کے ساتھ نازل ہوا کرتی تھی۔

اور صاحبِ غیث النفع فی قراءت السبع میں لکھتا ہے: ”لَاخِلَافَ فِیْ اَنَّ الْقَارِیَ اِذَا افْتَتَحَ قِرَاءَتَہٗ بِاَوَّلِ سُوْرَۃٍ غَیْرِ بَرَآءَۃٍ اَنَّہٗ یُبَسْمِلُ سَوَآءٌ کَانَ ابْتِدَآءُ ہٗ عَنْ قَطْعٍ اَوْوَقْفٍ وَرُبَّمَا یَظُنُّ بَعْضُھُمْ اَنَّ الْاِبْتِدَآءَ لَایَکُوْنُ اِلَّا بَعْدَ قَطْعٍ وَلَیْسَ کَذَالِکَ وَالْمُرَادُ بِالْقَطْعِ عِنْدَالْمُحَقِّقِیْنَ تَرْکُ الْقِرَاءَۃِ رَأْسًابِاَنْ تَکُوْنَ نِیَّۃُ الْقَارِیْ تَرْکَ الْقِرَاءَۃِ وَالْاِنْتِقَالُ مِنْھَا لِاَمْرٍ آخَرَ بِالْوَقْفِ قَطْعُ الصَّوْتِ عَنِ الْکَلِمَۃِ زَمَانًا تُنَفَّسُ فِیْہِ عَادَۃً بِنِیَّۃِ اسْتِیْنَافِ الْقِرَاءَۃِ وَکَثِیْرٌمِنَ الْمُتَقَدِّمِیْنَ یُطْلِقُوْنَ الْقَطْعَ عَلَی الْوَقْفِ وَ کَذَالِکَ الْفَاتِحَۃَ وَلَوْوُصِلَتْ بِغَیْرِھَامِنَ السُّوَرِلِاَنَّھَا وَاِنْ وُصِلَتْ لَفْظًافَھِیَ الْمُبْتَدَأُ بِھَاحُکْمًا.

ترجمہ: یعنی یہ مسئلہ اجماعی ہے کہ جب کوئی پڑھنے والا سوائے سورۂ براءۃ کے کسی سورۃ کو شروع کرے تو اسکو ضرور اس سورۃ کے شروع میں بسم اللہ پڑھنی چاہیے خواہ اس نے ابتدا بعد قطع قراءت کے کی ہو خواہ وقف کے کی ہو۔ اور یہ جو بعض قراء خیال کرتے ہیں کہ ابتداء قراءت بعد قطع قراءت ہی کے ہوتا ہے یہ خیال غلط ہے اور محققین کے نزدیک قطع قراءت اس امر کا نام ہے کہ قاری کی نیت قراءت ترک کر کے اور کام میں لگ جانے کی ہو، اور وقف اس کا نام ہے کہ کسی کلمہ کو پڑھ کے پڑھنے سے اس نیت سے رک جاوے کہ سانس لے کے پھر آگے قراءت کو شروع کرے گا اور بہت سے متقدمین وقف کو بھی لفظ قطع سے تعبیر کرتے ہیں ۔

وَاخْتَلَفُوْا فِی اِثْبَاتِھَا بَیْنَ السُّوْرَتَیْنِ سَوَآءٌ کَانَتَا مُرَتَّبَتَیْنِ اَوْغَیْرَ مُرَتَّبَتَیْنِ فَاَثْبَتَھَا قَالُوْنُ وَالْمَکِّیُّ وَعَاصِمٌ وَعَلِیٌّ، وَحَذَفَھَا حَمْزَۃُ وَوَصَلَ بَیْنَ السُّوْرَتَیْنِ وَاخْتُلِفَ عَنْ غَیْرِھِمْ فِی الْحَذْفِ وَالْاِثْبَاتِ .

ترجمہ: اور بین السورتین بسم اللہ پڑھنے میں علمائے قراءت نے اختلاف کیا ہے یعنی بعض نے پڑھی ہے اور بعض نے نہیں پڑھی خواہ دو سورتین مرتب خواہ غیر مرتب یعنی قالون اور ابن کثیر اور عاصم اور کسائی نے تو بسم اللہ کو ثابت رکھا ہے، اور امام حمزہؒ نے دو سورتوں کے بیچ میں سے بسم اللہ کو حذف کیا ہے اور باقی قراء کو حذف اور اثبات میں اختلاف ہے۔ اِنَّمَا اخْتَلَفُوْا فِی الْوَصْلِ وَلَمْ یَخْتَلِفُوْا فِی الْاِبْتِدَآءِ لِاَنَّھَا مَرْسُوْمَۃٌ فِیْ جَمِیْعِ الْمَصَاحِبِ فَمَنْ تَرَکَھَا فِی الْوَصْلِ لَوْلَمْ یَاتِ بِھَا فِی الْاِبْتِدَاءِ لَخَالَفَ الْمَصَاحِفَ وَأَخْرَقَ الْاِجْمَاعَ.

ترجمہ: اور یہ اختلاف جو ہے تو وصل کی حالت میں ہے اور ابتداء کی حالت میں تو اختلاف ہے ہی نہیں کیونکہ سب مصاحف میں بسم اللہ لکھی ہوئی ہے، اب جو قاری

حالت وصل میں بسم اللہ کو ترک کرتا ہے اگر وہ حالت ابتداء میں بسم اللہ کو نہ پڑھے گا تو وہ مخالف رسم مصاحف اور خارق اجماع ٹھیرے گا۔

وَلَا خِلَافَ بَيْنَهُمْ فِي حَذْفِهَا مِنْ اَوَّلِ بَرَآءَةٍ لِاَنَّهَا لَمْ تُرْسَمْ فِيْهِ فِيْ جَمِيْعِ الْمَصَاحِفِ. ترجمہ اور اول براءت سے بسم اللہ کے حذف کرنے میں بہ سبب اسکے محذوف الرسم ہونے کے کسی کو خلاف نہیں۔

اور صاحب غیث النفع سورہ فاتحہ میں یوں کہتا ہے: وَ اٰيُهَا سَبْعٌ بِالْاِجْمَاعِ لٰكِنْ مَنْ لَّمْ يَعُدَّ الْبَسْمَلَةَ اٰيَةً فَصِرَاطَ اِلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَةٌ وَغَيْرِ اِلَى الضَّالِّيْنَ اٰيَةٌ اُخْرٰى وَمَنْ عَدَّهَا اٰيَةً فَكُلُّهُ عِنْدَهُ اٰيَةٌ وَاحِدَةٌ جَلَالَتُهَا اَىْ مَافِيْهَا مِنْ اسْمِ اللّٰهِ وَاحِدَةٌ.

هٰذَا اِنْ قُلْنَا اِنَّ الْبَسْمَلَةَ لَيْسَتْ بِاٰيَةٍ وَلَا بَعْضَ اٰيَةٍ مِنْ اَوَّلِ الْفَاتِحَةِ وَلَا مِنْ اَوَّلِ غَيْرِهَا وَاِنَّمَا كُتِبَتْ فِي الْمَصَاحِفِ لِلتَّيَمُّنِ وَالتَّبَرُّكِ اَوْاَنَّهَا فِيْ اَوَّلِ الْفَاتِحَةِ لِابْتِدَآءِ الْكِتَابِ عَلٰى عَادَةِ اللّٰهِ جَلَّ وَعَزَّ فِي ابْتِدَآءِ كُتُبِهٖ وَفِيْ غَيْرِ الْفَاتِحَةِ لِلْفَصْلِ بَيْنَ السُّوْرَةِ.

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَا يَعْرِفُ فَصْلَ السُّوْرَةِ حَتّٰى يُنْزَلَ عَلَيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَهُوَ مَذْهَبُ مَالِكٍؒ وَاَبِىْ حَنِيْفَةَؒ وَثَوْرِىؒ.

وَحُكِيَ عَنْ اَحْمَدَ وَغَيْرِهٖ وَانْتَصَرَلَهُ مَكِّيٌّ فِيْ كَشْفِهٖ وَقَالَ: اَنَّهُ الَّذِيْ اَجْمَعَ عَلَيْهِ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُوْنَ وَالْقَوْلُ بِغَيْرِهٖ مُحْدَثٌ بَعْدَ اِجْمَاعِهِمْ وَشَنَعَ الْقَاضِيْ اَبُوْ بَكْرِ ابْنُ الطَّيِّبِ بْنِ الْبَاقِلَّانِيِّ الْمَالِكِيُّ الْبَصْرِيُّ نَزِيْلُ بَغْدَادَ عَلٰى مَنْ خَالَفَهٗ وَكَانَ اَعْرَفَ النَّاسِ بِالْمُنَاظَرَةِ

وَادَقُّهُمْ فِيهَا نَظْراً حَتّٰى قِيلَ :مَنْ سَمِعَ مُنَاظَرَةَ الْقَاضِىُ اَبِىُ بَكْرٍ لَمْ يَسْتَلِذَّ بَعْدَ هَا بِسِمَاعِ كَلامِ اَحَدٍ مِنَ الْمُتَكَلِّمِينَ وَالْفُقَهَاءِ وَالْخُطَبَاءِ.

وَاَمَّا اِنْ قُلْنَا اِنَّهَاايَةٌ مِنْ اَوَّلِ الْفَاتِحَةِ وَمِنْ اَوَّلِ كُلِّ سُوْرَةٍ وَهُوَ الْاَصَحُّ مِنْ مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ اَوِانَّهَا ايَةٌ مِنَ الْفَاتِحَةِ فَقَطْ اَوْاِنَّهَا ايَةٌ مِنَ الْفَاتِحَةِ وَبَعْضَ آيَةٍ مِنْ غَيْرِهَا فَلَابُدَّ مِنْ عَدِّجَلالَتِهَا .

وَبَقِىَ قَوْلٌ خَامِسٌ وَهُوَاَنَّهَا آيَةٌ مُّسْتَقِلَّةٌ فِىْ اَوَّلِ كُلِّ سُوْرَةٍ لامِنْهَا وَهُوَالْمَشْهُوْرُعَنْ اَحْمَدَوَقَوْلُ دَاؤدَوَاَصحَابِهٖ. وَحَكَاهُ اَبُوْبَكْرٍ الرَّازِىُّ عَنِ اَبِى الْحَسَنِ الْكَرْخِيِّ وَهُوَ مِنْ كِبَارِ اَصْحَابِ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَعَلَيْهِ فَلا تُعَدُّجَلالَةُ الْبَسْمَلَةِ مَعَ السُّوَرِ وَاِنَّمَا تُعَدُّفِىْ جُمْلَةِ مَا فِى الْقُرْآنِ وَاِنَّمَا اقْتَصَرْنَا فِىْ عَدِّ مَافِى الْفَاتِحَةِ وَغَيْرِهَا مِنْ جَلالاتٍ عَلَى الْقَوْلِ الْاَوَّلِ لِاَنَّهٗ مَذْهَبُنَا .

وَاَيْضًا فَاِنَّ الْمُحَقِّقِينَ مِنَ الشَّافِعِيَّةِ وَعَزَاهُ الْمَاوَرْدِىُّ لِلْجُمْهُوْرِ عَلٰى اَنَّهَاآيَةٌ حُكْمًالاقَطْعًا.قَالَ النَّوَوِىُّ:وَالصَّحِيْحُ اَنَّهَا قُرْآنٌ عَلٰى سَبِيْلِ الْحُكْمِ وَلَوْكَانَتْ قُرْآنًا عَلٰى سَبِيْلِ الْقَطْعِ لَكَفَرَنَافِيْهَا وَهُوَخِلافُ الْاِجْمَاعِ .

وَقَالَ الْمَحَلِّىُّ عِنْدَقَوْلِ منهاج فقههم وَالْبَسْمَلَةُ مِنْهَا اَىْ مِنَ الْفَاتِحَةِ عَمَلا لِاَنَّهٗ ﷺ عَدَّهَا آيَةً مِّنهَا صَحَّحَهُ ابْنُ خزَيْمَةَ وَالْحَاكِمُ وَيَكْفِىُ فِىْ ثُبُوْتِهَا مِنْ حَيْثُ الْعَمَلِ الظَّنُّ انتهىٰ .

وَمَعْنَى الْحُكْمِ وَالْعَمَلِ اَنَّهٗ لَا تَصِحُّ صَلٰوةُ مَنْ لَّمْ يَاْتِ بِهَا فِىْ اَوَّلِ الْفَاتِحَةِ وَهُوَنَظِيْرُ كَوْنِ الْحَجَرِمِنَ الْبَيْتِ اَىْ فِى الْحُكْمِ بِاِعْتِبَارِ

الطَّوَاف وَالصَّلٰوةِ فِيهِ لَالَهُ لَابِاعْتِبَارِاَنَّهُ مِنَ الْبَيْتِ اِذْلَمْ يَثْبُتْ ذٰلِكَ بِقَاطِعٍ وَاِذَا قُلْنَا اِنَّهَا آيَةٌ قَطْعًا لَاحُكْمًا كَمَا هُوَظَاهِرُعِبَارَةِ كَثِيْرٍ فَيَكُوْنُ مِنْ بَابِ اخْتِلَافِ الْقُرَّاءِ فِيْ اِسْقَاطِ بَعْضِ الْكَلِمَاتِ وَاِثْبَاتِهَا وَكُلٌّ قَرَأَ بِمَا تَوَاتَرَعِنْدَهُ وَالْفُقَهَاءُ تَبَعٌ لِلْقُرَّاءِ فِيْ هٰذَا وَكُلٌّ يُسْئَلُ عَنْهُ اَهْلُهُ وَالْمَسْئَلَةُ طَوِيْلَةُ الذَّيْلِ وَمَاذَكَرْنَاهُ لُبُّ كَلَامِهِمْ وَتَحْقِيْقِهِ

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ بسم اللہ بعض قراء کے نزدیک تو ہر سورۃ کی آیت نہیں، اور بعض کے نزدیک ہر سورۃ کی آیت یا جزوِ آیت ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بسم اللہ ہر سورۃ پر نازل ہوا کرتی تھی۔ اور جب بسم اللہ نازل ہوتی تھی تب حضرت ﷺ کو سورۃ کا ختم ہونا معلوم ہوا کرتا تھا اور یہی مذہب امام مالک اور امام ابوحنیفہؒ اور حضرت سفیان ثوریؒ اور احمدؒ وغیرہ سے بھی منقول ہے۔ اور مکی نے کشف میں کہا ہے کہ اسی پر اجماع صحابہ اور تابعین کا ہے۔

اور جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ بسم اللہ قطعاً آیت قرآن ہے، تو اب اس کا پڑھنا اور نہ پڑھنا ایسا ہی ہوا کہ جیسے اور قراءت کے اختلافات کا پڑھنا ہے، اور اس باب میں یعنی اختلاف قراءت کے موافق بعض حروف اور کلمات کو بعض موقعوں سے حذف اور عدم حذف میں فقہاء قراء کے تابع ہیں کیونکہ ہر مسئلہ اس کے اہل سے یعنی اس شخص سے کہ جو اس فن کا ماہر ہو پوچھا جایا کرتا ہے، اور چونکہ یہ مسئلہ فن قراءت کا ہے پس اس میں فقہاء قراء کے تابع ہیں۔

اور علامہ جزریؒ کتابِ نشر میں اس باب میں لکھتے ہیں: ''فَفَصَلَ بِالْبَسْمَلَةِ بَيْنَ كُلِّ سُوْرَتَيْنِ اِلَّابَيْنَ الْاَنْفَالِ وَالْبَرَاءَةِ ابْنُ كَثِيْرٍ وَعَاصِمٌ وَالْكِسَائِيُّ وَاَبُوْ جَعْفَرٍ وَقَالُوْنُ وَالْاَصْبَهَانِيُّ عَنْ وَرْشٍ۔'' ترجمہ: یعنی ہر دو سورتوں کے بیچ

میں سوائے انفال اور براءۃ کے ابن کثیر اور عاصم اور کسائی اور ابوجعفر اور قالون اور اصبہانی نے بسم اللہ پڑھی ہے۔

اور تھوڑی دور آگے چل کے وہی علامہ اسی کتاب میں یوں کہتے ہیں: ''اَلثَّالِثُ اَنَّ کُلًّا مِنَ الْفَاصِلِیْنَ بِالْبَسْمَلَةِ وَالْوَاصِلِیْنَ وَالسَّاکِنِیْنَ اِذَاابْتَدَأَ سُوْرَةً مِّنَ السُّوَرِ بَسْمَلَ بِلَاخِلَافٍ عَنْ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اِلَّااِذَاابْتَدَأَ بَرَاءَ ةَ کَمَا سَیَاْتِیْ سَوَاءٌ کَانَ الْاِبْتِدَاءُ عَنْ وَقْفٍ اَمْ قَطْعٍ.

اَمَّاعَلٰی قِرَاءَ ةِ مَنْ فَصَلَ بِهَا فَوَاضِحٌ. وَاَمَّاعَلٰی قِرَاءَ ةِ مَنْ اَلْغَاهَا فَلِلتَّبَرُّکِ وَالتَّیَمُّنِ وَالْمُوَافَقَةِ خَطَّ الْمُصْحَفِ لِاَنَّهَا عِنْدَ مَنْ اَلْغَاهَا اِنَّمَا کُتِبَتْ لِاَوَّلِ السُّوْرَةِ تَبَرُّکًا وَهُوَ فَلَمْ یُلْغِهَا فِیْ حَالَةِ الْوَصْلِ اِلَّالِکَوْنِهٖ لَمْ یَبْتَدِأْ فَلَمَّا ابْتَدَأَ لَمْ یَکُنْ بُدًّا مِنَ الْاِتْیَانِ بِهَا لِئَلَّا تَخَالَفَ الْمُصْحَفُ وَصْلًا وَوَقْفًا فَیَخْرُجُ عَنِ الْاِجْمَاعِ وَکَانَ ذٰلِکَ عِنْدَهٗ کَهَمْزَاتِ الْوَصْلِ تُحْذَفُ وَصْلًا وَتُثْبَتُ ابْتِدَاءً وَلِذٰلِکَ لَمْ یَکُنْ بَیْنَهُمْ خِلَافٌ فِیْ اَوَّلِ الْفَاتِحَةِ .اھ

ترجمہ: تیسری تنبیہ یہ ہے کہ سب قاری خواہ مبسمل ہوں خواہ تارک جب وہ قراءت قرآن کسی سورۃ سے شروع کرتے ہیں تو باتفاق شروع سورۃ میں بسم اللہ پڑھتے ہیں سوائے سورۃ براءت کے، عام اس سے کہ ابتداء بعد الوقف ہو یا بعد القطع ۔ اور اس پڑھنے کی وجہ مبسملین کے نزدیک تو ظاہر ہے اور تارکین کے نزدیک اس کا پڑھنا تیمناً وتبرکاً ہے اور نیز واسطے موافقت رسم الخط کے کیونکہ سب مصاحف میں بسم اللہ برابر لکھی ہوئی ہے، اب اس صورت میں تارکین کے نزدیک بسم اللہ کی ایسی حالت ہوئی کہ جیسے عبارت میں ہمزۂ وصل کی حالت ہوتی ہے یعنی جب اوپر سے

ملا کے پڑھا جاتا ہے تو ہمزہ کو حذف کردیا جاتا ہے اور جب اس ہمزہ سے عبارت شروع کردی جاتی ہے تو ہمزہ کو پڑھ دیا جاتا ہے۔اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قراء میں اختلاف قراءت بسم اللہ بین السورتین اس وقت ہے کہ جب دوسورتوں کو بلاتوقف بین السورتین پڑھا جائے۔

اور جب ایک سورت کو تمام کر کے پھر دوسری سورت شروع کی تو اس قول علامہ جزریؒ کے موافق وہاں بھی جملہ قراء کے نزدیک خواہ تارکین سے ہوں خواہ مبسملین سے بسم اللہ پڑھنی ہی پڑے گی جس سے ہمارے مدعا کی تائید ہوتی ہے۔

اور وہی علامہ جزریؒ احکام بسم اللہ میں یوں لکھتے ہیں:

''اُخْتُلِفَ فِیْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ عَلٰی خَمْسَةِ أَقْوَالٍ:

اَحَدُهَا اَنَّهَا آیَةٌ مِّنَ الْفَاتِحَةِ فَقَطْ وَهٰذَا مَذْهَبُ اَهْلِ مَكَّةَ وَ الْكُوْفَةِ وَمَنْ وَافَقَهُمْ وَرُوِیَ قَوْلًا لِلشَّافِعِیِّ .

اَلثَّانِیْ اَنَّهَا آیَةٌ مِنْ أَوَّلِ الْفَاتِحَةِ وَمِنْ أَوَّلِ كُلِّ سُوْرَةٍ وَهُوَأَصَحُّ مِنْ مَذْهَبِ الشَّافِعِیِّ وَمَنْ وَافَقَهُ وَهُوَرِوَایَةُ أَحْمَدَ وَنُسِبَ اِلٰی أَبِیْ حَنِیْفَةَ

اَلثَّالِث اَنَّهَا آیَةٌ مِنْ أَوَّلِ الْفَاتِحَةِ وَبَعْضِ آیَةٍ مِنْ غَیْرِهَا وَهُوَ الْقَوْلُ الثَّانِیْ لِلشَّافِعِیِّ.

الرابع اَنَّهَا آیَةٌ مُسْتَقِلَّةٌ فِیْ اَوَّلِ كُلِّ سُوْرَةٍ لَامِنْهَا وَهُوَ الْمَشْهُوْرُ عَنْ اَحْمَدَ وَقَوْلُ دَاوٗدَ وَاَصْحَابِهٖ وَحَكَاهُ اَبُوْبَكْرِ الرَّازِیُّ عَنْ اَبِیْ الْحَسَنِ الْكَرْخِیِّ وَهُوَ مِنْ كِبَارِ اَصْحَابِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ.

الخامس اَنَّهَا لَیْسَتْ بِآیَةٍ وَلَابَعْضِ آیَةٍ مِنْ اَوَّلِ الْفَاتِحَةِ وَلَامِنْ غَیْرِهَا وَاِنَّمَا كُتِبَتْ لِلتَّیَمُّنِ وَالتَّبَرُّكِ وَهُوَمَذْهَبُ مَالِكٍ وَاَبِیْ حَنِیْفَةَ

وَالثَّوْرِیِّ وَمَنْ وَافَقَهُمْ وَذٰلِکَ مَعَ اِجْمَاعِهِمْ عَلٰی اَنَّهَا بَعْضُ آیَةٍ مِنْ سُوْرَةِ النَّمْلِ وَاَنَّ بَعْضَ آیَةٍ مِنَ الْفَاتِحَةِ.

قُلْتُ :وَهٰذِهِ الْاَقْوَالُ تَرْجِعُ اِلَی النَّفْيِ وَالْاِثْبَاتِ وَالَّذِیْ نَعْتَقِدُهٗ اَنَّ کُلَّهَاصَحِیْحٌ وَاَنَّ کُلَّ ذٰلِکَ حَقٌّ فَیَکُوْنَ الْاِخْتِلَافُ فِیْهَا کَاخْتِلَافِ الْقِرَاءَ اتِ۔

ترجمہ:اس مسئلہ میں علماء کے پانچ قول ہیں:

ایک یہ کہ بسم اللہ فقط سورہ فاتحہ کی ایک آیت ہے،اور یہی مذہب اہل مکہ اور کوفہ اوران کے موافقین کا ہے اورایک قول امام شافعیؒ کا بھی اسی طرح منقول ہے

اور **قول ثانی** جواصح مذہب امام شافعیؒ کا اوران کے موافقین کا اورایک روایت احمد کی بھی ہے اورامام ابوحنیفہؒ کی طرف بھی منسوب ہے یہ ہے کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ اور ہرسورۃ کی پہلی آیت ہے۔

اور **تیسراقول** جوامام شافعیؒ کاقول ثانی ہے یہ ہے کہ بسم اللہ فاتحہ کی پہلی آیت ہےاورسورتوں کی جزوِآیت ہے۔

اور **چوتھا قول** جوقول مشہوراحمدؒ کااور داؤداوران کے اصحاب کا ہےاور ابوبکررازی نے اس کوابوالحسن کرخی سے جوامام ابوحنیفہؒ کے بڑے صحابیوں میں سے ہیں نقل کیاہے یہ ہے کہ بسم اللہ ہرسورۃ کے اول میں آیت مستقلہ ہےاورکسی سورہ کاجزونہیں۔

اور **پانچواں قول** یہ ہے کہ بسم اللہ نہ کسی سورت کی آیت مستقلہ ہےاور نہ کسی سورۃ کی کسی آیت کا جزو ہے۔یہ مذہب امام مالک اورامام ابوحنیفہؒ اورسفیان

ثوریؒ وغیرہم کا ہے۔

مگر یہ بات بھی ہے کہ ان حضرات کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ بسم اللہ سورۂ نمل اور سورۃ فاتحہ کی جزوِ آیت ہے، الغرض ان اقوال کا مرجع نفی اور اثبات کی طرف ہے، اور ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ سب قول صحیح ہیں، اور سب حق ہیں اور اس مسئلہ میں اختلاف مانند اختلاف قراءتوں کے ہے۔

اور پھر اسی بسم اللہ کی بحث میں علامہ جزریؒ ہی یوں کہتے ہیں: ''قَدْ نَصَّ اِسْحَاقُ ابْنُ مَحَمَّدٍ الْمُسَيّبِيُّ اَوْثَقُ اَصْحَابِ نَافِعٍ وَاَجَلُّهُمْ قَالَ: سَأَلْتُ نَافِعًا عَنْ قِرَاءَ ةِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فَأَمَرَنِىْ بِهَا وَقَالَ: اِشْهَدْ اِنَّهَا مِنَ السَّبْعِ الْمَثَانِىْ وَاِنَّ اللّٰهُ اَنْزَلَهَا، رَوٰى ذٰلِكَ الْحَافِظُ اَبُوْعَمْرُو الدَّانِىْ بِاِسْنَادِ صَحِيْحٍ .

وَكَذٰلِكَ رَوَاهُ اَبُوْبَكْرِبْنُ مُجَاهِدٍعَنْ شَيْخِهٖ مُوْسَى بْنِ اِسْحٰقَ الْقَاضِىْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحٰقَ الْمُسَيِّبِيِّ عَنْ اَبِيْهِ وَرَوَيَا اَيْضًا عَنِ ابْنِ الْمُسَيّبِيّ قَالَ كُنَّا نَقْرَأُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَوَّلَ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَ فِىْ اَوَّلِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ وَبَيْنَ السُّوْرَتَيْنِ فِى الْعَرْضِ وَالصَّلٰوةِ هٰذَاكَانَ مَذْهَبُ الْقُرَّاءِ بِالْمَدِيْنَةِ.

وَقَالَ فُقَهَاءُ الْمَدِيْنَةِ: لَايَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ. قُلْتُ وَ حَكَى الْقَاسِمُ الْهُذَلِىُّ عَنْ مَالِكٍ اَنَّهٗ سَأَلَ نَافِعًا عَنِ الْبَسْمَلَةِ فَقَالَ: اَلسُّنَّةُ الْجَهْرُ بِهَا فَسَلَّمَ اِلَيْهِ وَقَالَ: كُلُّ عِلْمٍ يُسْأَلُ عَنْهُ اَهْلُهٗ .

ترجمہ: جس کا خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ بسم اللہ منزل من اللہ ہے، اس کو پڑھنا چاہیے، چنانچہ ابن المسیبی سے منقول ہے کہ ہم سورۃ فاتحہ اور سورۃ بقرۃ اور ہر سورۃ کے

شروع پر ہر حالت میں یعنی خواہ خارج از صلوٰۃ قرآن سناتے ہوں خواہ نماز میں بسم اللہ پڑھا ہی کرتے تھے اور قراء مدینہ کا یہی مذہب تھا۔

اور فقہائے مدینہ اس فعل کو نہ کرتے تھے، مگر قاسم ہذلی نے امام مالکؒ سے روایت کی ہے کہ امام مالکؒ نے امام نافع سے بسم اللہ کا مسئلہ پوچھا تو امام نافعؒ نے جواب دیا کہ مسنون تو بسم اللہ کا جہر ہی ہے، یہ بات سن کے امام مالکؒ امام نافعؒ کو سلام کر کے یہ کہتے ہوئے رخصت ہوئے کہ ہر علم کا مسئلہ اس علم کے جاننے والے ہی سے پوچھنا چاہئے۔

ان روایات سے یہ امر بخوبی معلوم ہوگیا کہ بین السورتین بسم اللہ نہ پڑھنے کا اختلاف ایسا ہے کہ جیسے اور اختلافات قراءت سبعہ یعنی جیسا ان سب کو پڑھنا جائز ہے ویسا ہی اس کو پڑھنا بھی جائز ہے، پس مبسملین کی روایت میں بسم اللہ بین السورتین خواہ داخل نماز ہو خواہ خارج نماز بجہر پڑھنی چاہئے کیونکہ گو فقہاء کو اپنی ذاتی تحقیق اس مسئلہ میں کچھ ہی ہوتی تھی، مگر روایت کے موقع پر آکے اس مسئلہ کو مسئلہ فن قراءت ہوجانے کی وجہ سے وہ بھی قراء ہی کا اتباع کرتے تھے، کیونکہ امام مالکؒ جیسے جلیل القدر امام نے باوجود اس امر کے کہ ان کا مذہب یہ تھا کہ بسم اللہ جزوِ ہر سورت نہیں مگر حضرت امام نافعؒ سے اس مسئلہ کو پوچھ کے یوں ہی فرمایا کہ کل علم یسئل عنه اهله یعنی ہر علم کا مسئلہ اس علم کے ماہر ہی سے پوچھنا چاہئے۔

اب بعد تمہیدِ مقدمات جوابِ سوالات سنو

لفظ ﴿قَالَا الْحَمْدُ﴾ سورۂ نمل میں استادانِ ثقہ سے ہم نے اسی طرح سنا ہے، اسی طرح ہم کو روایت پہنچی ہے، سمعیات میں حاجت دلیل کی نہیں، اور اس میں

خواص کے واسطے ایک نکتہ بھی ہے کہ عوام اس سے محروم ہیں اور سائل اس سے غیر ماجور ہے، وہ یہ ہے کہ سورۂ نمل میں شرکت فی القول والمقولہ والمعنیٰ مراد ہے اظہار اس شرکت کا اہتمام زیادہ ہے۔ اور ﴿وَاسْتَبَقَا الْبَابَ﴾ میں شرکت صیغۂ افتعال سے جو معنی تفاعل ہے مفہوم ہوتی ہے اظہار شرکت کا چنداں اہتمام نہیں ہے، اور ﴿وَذَاقَا الشَّجَرَةَ﴾ میں فقط مقصود بیان ذوق دونوں کا ہے معیت اور عدم معیت مقصود نہیں، یہ بات فرادیٰ فرادیٰ کی طرف ضمیر پھرنے سے بھی حاصل ہے۔

جواب سوال دوم: ہاں محققین حنفیہ نے تمام قرآن شریف میں ایک جگہ جہر سے تسمیہ پڑھنے کو لکھا ہے تاکہ ختم پورا ہو جائے گو تمہاری نظر سے نہیں گذرا۔

جواب سوال سوم: چونکہ امام صاحب کے نزدیک تسمیہ جزوِ فاتحہ نہیں ہے اگرچہ آیت قرآنی ہے تو حکم آہستہ کا ہونا مصلحت ہے تا توہم جزئیۃ فاتحہ نہ ہو مانند شافعیہ کے۔

جواب قولِ چہارم: تشبیہ کے واسطے مماثلت فی جمیع الامور ضروری نہیں ہے، مشارکت جزئی کافی ہے، ابو حنیفہؒ اور امام حمزہؒ قول عدم جزئیہ ہر سورۃ میں اور توطن وہمعصری میں باہم مشارک ہیں۔

جواب سوال پنجم: امام صاحب مقلد روایت کے ہیں، اوپر گذر چکا ہے کہ تقلید مجتہدات میں ہوتی ہے نہ سمعیات میں، مدار قراءت کا صحت روایت پر مع جواز نحو واحتمال رسم کے ہے قراءت اجتہادی نہیں ہے جو اس میں تقلید ہو۔

جواب سوال ششم: امام صاحب وضع اصول نحات میں مجتہد مطلق ہیں اور سمعیات قرآن وحدیث میں مقلد محض ووقاف ہیں، فحوائے کلمات سے ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک احادیث صحیحہ سے جزئیہ تسمیہ کی واسطے قرآن کے

ثابت ہے، نہ جزئیہ کسی سورت کی، جب قرآن میں اجتہاد جائز نہیں ہے تو اس سوال میں سب تمہاری تقریر قابل التفات نہیں رہی۔

جواب سوال ھفتم: فرائض کا مدار قراءت پر ہے، پوری سورۃ پر نہیں، بسم اللہ نہ پڑھنے سے نماز میں قصور نہیں آتا، فقط مقلد کسی قاری مبسمل کا اگر تقلید امام صاحب اور امام حمزہ کی کر کے تسمیہ نہ کرے گا تو نماز میں کچھ خلل نہیں ہوگا، اس واسطے کہ تقلید کرنا مجتہد کو بھی دوسرے مجتہد کی جائز ہے واجب نہیں عوام کا تو ذکر ہی کیا ہے، اور خلط قراءت ایک قاری کے ساتھ دوسری قراءت کے بلا قصد تخلیط کے بھی جائز ہے تاوقتیکہ تقلید موجب فساد معنون کا نہ ہو، اگر چہ بہتر نہیں ہے، اور اگر التزام کسی قراءت کا یا عزم روایت کا ہے تو حرام ہے، اور ظاہر ہے کہ فرائض نماز میں قصد ادائے فرض قراءت کا ہوتا ہے، غرض روایت اور التزامِ قراءت کسی قاری کا نہیں ہوتا، اگر تقلید امام صاحب اور امام حمزہ کر کے تسمیہ نہ کیا اور تقلید دوسرے مجتہد کی کر لے تو عوام تو دور مجتہد کو بھی جائز ہے، اور خلط ایک روایت کا خلط دوسری کے ساتھ بھی بلا قصد روایت وفساد جائز ہے اگر چہ ترک اولیٰ ہے، تو اس صورت میں قراءت مبسملین میں ترک تسمیہ میں کچھ حرج نہ ہوا اور بلاشبہ جائز ہوا۔

بخلاف ختم قرآن کے تراویح میں یا تعلیم میں کہ التزام قراءت مع الروایۃ ہوتا ہے، پس ترک تسمیہ قراءت مبسملین میں اور تسمیہ قراءت تارکین میں غلط ہے کیونکہ کمی یا زیادتی ایک سو چودہ آیت کی لازم آوے گی، اور جب محققین حنفیہ نے ختم قرآن میں بخوف نقصانِ ختم ایک جگہ تسمیہ جہراً تراویح میں جائز لکھا ہے تو مبسملین کے نزدیک تو ترک ایک سو چودہ سورت کا لازم آئے گا اور وہ جائز نہیں کہ نقصِ ختم وکذب عمداً لازم آئے گا۔

اور اگر بہ تقلید ائمہ مبسملین کے کہ ان کے نزدیک تسمیہ کا تواتر ثابت ہے، تقلید روایت صحیحہ کر کے مخالف مذہب حنفی کے ظاہر اکیا تو کچھ حرج نہیں ہے کہ یہ مسئلہ اجتہادی نہیں، اور وقت صحت روایت کے خود امام صاحب نے اجازت عمل بالحدیث کی دی ہے تو ہمیں عمل بقول امام ہوا۔

اور اگر ہم تسلیم بھی کرلیں تو پوچھتے ہیں کہ اس جگہ کس اصل اور قاعدہ موضوعہ امام ابو حنیفہؒ کے جو مدار حنفیہ اور منجی از تخلیط بے دینان ہیں مخالفت لازم آتی ہے اس اصل اور قاعدہ کو بیان کرو کہ جس کو تم نے سمعیات محضہ میں داخل کیا ہے، تضییع اوقات خلق کی مت کرو اور اپنے توہماتِ بے اصل سے خلق اللہ کے دل پریشان مت کرو، روایات فقہیہ میں خوض کرو اور ہمارا پیچھا چھوڑو۔ فقط

۶ر شوال المکرّم ۱۳۰۶ھ بعد تحریر جواب ہٰذا ایک فتویٰ ممانعت تسمیہ کا (جس کو اس تحریر کے مکمل ہونے کے بعد نقل کیا جائے گا) نظر سے گذرا، حاصل اس کا یہ ہے کہ قراءت سب متواتر ہیں، سب کا پڑھنا جائز ہے، وجوب بالیقین کسی کا نہیں ہے، اختیار ہے جو چاہے پڑھے اور جزئیہ تسمیہ کی اجتہادیہ ہے، عاصم کا اجتہاد جزئیہ کا ہے اور ابو حنیفہؒ کا اجتہاد عدم جزئیہ کا ہے ہم مقلدین حنفیہ کے نزدیک ترجیح اجتہاد ابو حنیفہؒ کو ہے سو اگر تسمیہ کرے تو سرا کرے، انتھی مضمونہ۔

ظاہر ہے کہ دلائل مبسملین اور تارکین دونوں کی احادیث صحیحہ ہیں، شاید مجیب نے دلائل طرفین کو ملاحظہ نہیں کیا، یہاں اجتہاد کا کیا دخل ہے، مبسملین خود جزئیہ میں متفق نہیں ہیں، تمسک طرفین کا احادیث سے ہے، دلیل طرفین میں جزئیہ لغو ہے، جزئیہ کا ذکر اسی قدر ہے کہ اگر تسمیہ نہ پڑھے گا تو بعض قائلین جزئیہ کے نزدیک پورا ختم نہ ہوا، اور اگر تسمیہ سرا کیا تو سامعین نے پورا ختم نہ سنا، موافق قراءت مقروّہ کے زیادہ

اور کوئی استحالہ نہیں ہے، اور جب مجیب کے نزدیک تواتر وجواز پڑھنے سب قراءت کا ہے تو وجہ ممانعت کی کوئی باقی نہیں رہی، پھر اس قدر اصرار ممانعت پر نہ چاہئے، کتب قراءت اور احادیث سے ثابت ہے کہ دونوں فرقے کی سند احادیث ہیں ''لَیْسَ لِلْقِیَاسِ فِي الْقِرَاءَةِ مَدْخَلٌ'' الخ اور ''بَسْمَلَ بَیْنَ السُّوْرَتَیْنِ بِسُنَّةٍ رِجَالٌ نَمُوهَا دِرْیَةً وَتَحَمُّلا'' قول شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، دونوں فرقے احادیث کو پکڑتے ہیں، دونوں قرآن میں اجتہاد کو دخل نہیں دیتے، اگر اجتہاد کو دخل دیتے ہیں تو بتلا و نشان اجتہاد عاصمؒ اور ابوحنیفہؒ کا۔ اگر اجتہاد سے مراد خرص وتخمین ہے تو مسموع نہیں ہوگا، اور اگر مراد قیاس فقہی ہے تو یہاں مقیس کیا ہے اور مقیس علیہ کیا ہے، اور وصف مشترک کیا ہے، اور نص اوپر علیۃ وصف مشترک کے کیا ہے، بغیر بیان ان امور کے دعویٰ اجتہاد طرفین کا محض احتمال لاعن دلیل پر کس طرح مقبول ہوگا۔ عاصمؒ نے کس جگہ جزئیہ کو قیاس سے ثابت کیا ہے؟ اور ابوحنیفہؒ نے کس جگہ جزئیہ کو قیاس سے باطل کیا ہے؟ بدون اس تصریح کے جزئیہ کو علت ومدار اختلاف کا ٹھہرانا نہیں ہوسکتا۔ شاید ملاحظہ دلائل طرفین سے شبہ مجیب کا رفع ہوجائے، وإلَّا خیر جب کہ جواز وتواتر سب قراءت کا مجیب کے نزدیک ثابت ہے تو کوئی نص ابوحنیفہؒ کی بیچ ممانعت تکمیل ختم قراءت مبسملین کی تو ضرور چاہئے، اور پھر جب کہ کتب قراءت وفقہ میں موجود ہے کہ قول اول امام شافعیؒ کا جزئیہ تسمیہ فاتحہ فقط ہے اور قول ثانی امام شافعیؒ کا جو معمول ومعتمد ہے جزئیہ تسمیہ کا واسطے ہر سورۃ کے ہے تو درصورت ترک تسمیہ کے جو سامع شافعی ہوگا اس کا ختم پورا نہ ہوا، اور اگر امام شافعی ہوگا تو وہ کس طرح خلاف شافعی کے ترک تسمیہ کرے گا۔ اور عبادت میں بمقدور التزام اس امر کا کرے کہ وہ عبادت بالاتفاق پوری ادا ہو، مگر اگر مجیب یہ امر ثابت کرے کہ حنفیہ کو قراء مبسملین کی قراءت

پڑھنی منع ہے اور شافعیہ کو تارکین کی، اور جب اول مجیب سب کو جائز لکھ چکا ہے تو پھر وجہ اصرار ممانعت پر و تعیین قراء تارکین کے حق تسمیہ میں کیا ہے، باوجود جواز دونوں کے تعیین ترک تسمیہ کی قول امام سے یا اور دلیل سے بیان ہو، ہماری غرض اسی قدر ہے کہ تا ختم قرآن سب کو سب کے نزدیک حاصل ہو، اختلافی نہ رہے، اگر تسمیہ نہ کرے گا سنت تراویح ہو جائے گی ختم قرآن پوری میں شبہ رہے گا، فقط واللہ اعلم بالصوب

نقل دستخط شریف

محمد عبدالرحمٰن پانی پتی ۱۹ رشوال ۱۳۰۶ھ

نقل فتویٰ ممانعت تسمیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہر سورۃ کے شروع میں ختم تراویح میں چاہیے یا نہیں اور اگر پڑھیں تو سراً یا جہراً، بموجب قراءۃ حفصؒ کے جو مبسملین سے ہیں، درصورت ترک کرنے کے ایک سو تیرہ آیتوں کا نقصان لازم آتا ہے اور جب کہ یہ قراءت مروجہ حفص متواتر پہنچی تو انکار جزئیہ تسمیہ سے انکار تواتر لازم آتا ہے، اور باوجود عقیدۂ جزئیہ کے ایک سو تیرہ آیتوں کا ترک کرنا کیوں کر جائز ہوا، اس میں جو کچھ قول فیصل اور معمول مقتدایان دین ہو صاف صاف ارشاد ہو، اور اسی طرح بعد والضحیٰ کے آخر تک ہر سورۃ کے ختم پر تکبیر پڑھنی چاہیے یا نہیں اور درصورت نہ پڑھنے کے تکبیر رکوع بھی کافی ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب

جب مبسمل کی قراءۃ متواتر ہے اور غیر مبسمل کی قراءۃ بھی متواتر ہے کچھ فرق تواتر میں نہیں بایں معنی کہ سب الفاظ فخر عالم علیہ السلام سے متواتر ثابت ہوئے ہیں، اور سب کا پڑھنا جائز و ثابت ہے، آپ نے کبھی اس کو بڑھا کبھی اس کو، مگر وجوب بالتعیین کسی قراءت کا ثابت نہیں ہے ہنوز تخییر باقی ہے جو قراءۃ چاہو پڑھو کہ سب بتواتر ثابت ہیں، پس ثبوت اور قراءت ان وجوہِ قراءت کا تواتراً ثابت ہوا، نہ وجوب کسی قراءت کا ثبوت تواتر سے وجوب کب لازم آتا ہے، مضمضہ واستنشاق وتیامن اور صدہا امور ہیں کہ فعل ان کا حضرت علیہ السلام سے تواتراً ثابت ہوا، اور واجب کوئی شئے نہیں ہوگی، پس جب قراءت سبعہ متواتر ثابت ہوئیں تو دیکھو کہ مبسمل ضمِ تسمیہ باسورۃ کو روایت کرتا ہے اور حق ہے کہ حضرت علیہ السلام نے قرآن کے ساتھ تسمیہ پڑھا اور غیر مبسمل عدم ضم نقل کرتا ہے اور حق ہے کہ آپ نے گاہے نہیں پڑھا، اور دونوں امر بتواتر ثابت ہیں، دونوں امر جائز ہیں۔

اب رہا یہ کہ تسمیہ جزوِ سورۃ ہے یا نہیں؟ دونوں روایت ثابت نہیں ہوسکتی کسی طرح، کیونکہ پڑھنے کی حالت میں احتمال تبرک کا پڑھنے کا ہے، اور نہ پڑھنے میں بعض سورۃ کا ترک کر دینا محتمل ہے، پس مبسمل کا اجتہاد اور رائے ہوئی کہ جزوِ سورۃ تھا اور غیر مبسمل کہتا ہے کہ جزو نہ تھا تبرکاً گاہے پڑھا سو جزئیہ اجتہاد ٹھہرا، ورنہ یہ امر کہ جزئیہ یا غیر جزئیہ کو حضرت علیہ السلام نے قولاً ارشاد فرمایا ہو وہ قول بتواتر ثابت ہوگیا حاشا وکلا ہرگز نہیں۔

امام مالکؒ جیسا مقتدا کیونکر متواتر امر کا منکر ہوا، اور انکار متواتر سے کیا ان کا حکم ہوگا، آیت قرآن ہونے ہی کا انکار فرماتے ہیں، پھر رہی یہ بات کہ نماز میں جہر تسمیہ

سورۃ یا فاتحہ کے ساتھ ہوا ہو ہنوز ثابت نہیں ، مرفوع حدیث سے تو ثبوت بہت ہی دشوار ہے جو کچھ ہووے گا وہ محل تاویل ہے ، صحابہ بھی اس کے قائل نہیں ، انس رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ انکار جہر کرتے ہیں ، رسول علیہ السلام اور خلفاء کسی نے جہر نہیں کیا ، بدعیہ جہر تسمیہ کے قائل ہیں ، اور بعض صحابہ جیسے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اگر ثبوتِ فعل ہے تو وہ بھی احتمال اجتہاد کا رکھتا ہے ، جیسا خود فاتحہ کا پڑھنا خلف الامام ان کا اجتہاد ہی ہے۔

صاحب سفر السعادت خود مقر ہو گیا کہ جہر بسم اللہ کسی حدیث سے ثابت نہیں ، بھلا سوچو تو اگر تسمیہ جزوِ فاتحہ ہوتا کس طرح جزو کو حذف یا اخفاء کرتے ، غرض اس میں تطویل کی حاجت نہیں ، جزئیہ تسمیہ کسی حدیث مرفوع سے ثابت نہیں ہو سکتی ، جو رائے عاصم رحمہ اللہ ہے وہ محض اجتہاد ہے کہ اجتہاد دیگر قراء کا اس کے خلاف و معارض ہے ، مع ہٰذا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہ جس کے مقلد ہم لوگ ہیں ان کی رائے عدم جزئیہ کی ہے ، اور حق بھی احادیث سے عدم جزئیہ ہی معلوم ہوتی ہے کہ عدم جہر دلیل اس کی ہے تو ایسے قوی امر میں اپنے مقلد کی اتباع کو لازم پکڑے اور الفاظِ قراءت جو منقول بذریعہ عاصم ہوئے ہیں ان کے پڑھنے سے ضروری نہیں ہے کہ عاصم کے اجتہادات کا بھی مقلد بنے ، الفاظ منقولہ ان کے بیشک صحیح اور ثابت مگر اجتہاد کو ان کے صحیح ماننا ضروری نہیں ، پس جزئیہ تسمیہ کا ثبوت نہیں تو انکار امر متواتر کا ہوا اور نقصان آیات قرآن کا لازم آیا۔

یہ ایک مغالطہ ہے کہ ذہنِ اغبیاء پر وارد ہوتا ہے کہ قراءت کے متواتر ہونے سے جزئیہ بھی لازم ہو جائے ، ہاں مذہب عاصم کے جزئیہ کا متواتر ہونا درست ہے مگر ان کے مذہب ہونے سے کیا وجوب اور کیا ضرورت ہوگی کہ ان کی تقلید کی جائے ، اور کیونکہ مذہب مختار صحیح اور احادیث صحیحہ کے خلاف عقیدہ جزئیہ کا ہو جائے گا اور کس طرح تواتر ثبوت اس امر سے وجوب العمل ٹھہر گیا پس حنفی کو لازم ہے کہ اگرچہ

قراءت عاصم پڑھے مگر تسمیہ سراً پڑھے اور بس فقط اور تکبیر اواخر سورۃ معلومہ میں بھی خارج صلوٰۃ ہے استحباباً نہ نماز میں۔

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان اہل سنت والجماعت اس مقدمہ میں کہ ایک سوال وجواب بذریعہ اشتہار علی گڈھ سے نکلا ہے بمقدمہ جواز پڑھنے ظاء معجمہ کے جگہ ضاد معجمہ کی نماز میں، آیا یہ جواب وسوال صحیح ہیں یا غلط؟

سوال یہ ہے

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حرف ضاد پڑھنے میں حرف ظاء کے مشابہ ہے یا حرف دال کے اور اگر کوئی شخص لفظ ﴿وَلَا الضَّآلِّیْنَ﴾ کو ''وَلَا الظَّآلِّیْنَ'' پڑھ لے جیسا کہ عوام کرتے ہیں تو اس کی نماز فاسد ہوتی ہے یا جو شخص ﴿وَلَا الضَّآلِّیْنَ﴾ کو وَلَا الدَّآلِّیْنَ پڑھے دال کے ساتھ اس کی نماز فاسد ہوتی ہے، اس زمانہ میں اکثر وہ لوگ جو عالم کہلاتے ہیں عوام الناس سے کہہ دیتے ہیں اور فتویٰ دے دیتے ہیں کہ جو شخص ﴿وَلَا الضَّآلِّیْنَ﴾ کو مشتبہ الصوت بالظاء پڑھے گا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، یہ قول ان کا صحیح ہے یا غلط؟ اس کا جواب علماء حنفیہ کی کتابوں سے لکھ دیجئے، اس لئے کہ وہ لوگ کسی مسئلہ کو کتاب وسنت کے موافق نہیں مانتے صرف حنفیوں کی کتابوں کا حوالہ مان لیتے ہیں۔

جواب مشتہریہ ہے

آج کل کے علماء کا فتویٰ یاان کا عوام الناس سے بلادلیل وبغیر نقل اقوال مجتہدین وبغیر حوالہ کتب معتبرہ متداولہ کچھ کہہ دینا ہرگز قابل اعتبار نہیں ہے، اور نہ عمل کے لائق ہے کیونکہ یہ لوگ مفتی نہیں ہیں صرف ناقلِ اقوال ہیں اور جب کہ نقل اقوال بھی نہ کریں تو ان کا قول قابل قبول نہیں ہوسکتا، ہاں البتہ وہ اگر کسی مسئلہ میں اقوال مجتہدین یا حوالہ کتب معتبرہ متداولہ سے کچھ بیان کریں تو وہ قابل قبول ہوگا، چانچہ ردالمحتار میں ہے:

"قَالَ فِیْ فَتحِ الْقَدِیْرِ: وَقَدِاسْتَقَرَّرَاْیُ الْاُصُوْلِیِّیْنَ عَلٰی اَنَّ الْمُفْتِیَ هُوَالْمُجْتَهِدُ فَاَمَّاغَیْرُالْمُجْتَهِدِ مِمَّنْ یَّحْفَظُ اَقْوَالَ الْمُجْتَهِدِ لَیْسَ بِمُفْتٍ وَالْوَاجِبُ عَلَیْهِ اِذَاسُئِلَ اَنْ یَّذْکُرَقَوْلَ الْمُجْتَهِدِ کَالْاِمَامِ عَلٰی وَجْهِ الْحِکَایَةِ فَعُرِفَ اَنَّ مَایَکُوْنُ فِیْ زَمَانِنَا مِنْ فَتْوَی الْمَوْجُوْدِیْنَ لَیْسَ بِفَتْوٰی بَلْ هُوَنَقْلُ کَلَامِ الْمُفْتِیْ لِیَاْخُذَ بِهٖ الْمُسْتَفْتِیْ وَطَرِیْقُ نَقْلِهٖ لِذٰلِکَ عَنِ الْمُجْتَهِدِ اَحَدُالْاَمْرَیْنِ اِمَّااَنْ یَّکُوْنَ لَهٗ سَنَدٌفِیْهِ اَوْ یَاْخُذَهٗ مِنْ کِتَابٍ مَعْرُوْفٍ تَدَاوَلَهُ الْاَیْدِیْ. انتھیٰ بقدر الحاجة.

پس جولوگ ضاد کو مشابہ بالظاء پڑھنے سے فساد صلوٰۃ کا حکم دیتے ہیں ان کو چاہئے کہ یا نقل اقوال مجتہدین کریں یا کسی معتبر کتاب کا حوالہ دیں، جہاں تک ہم کو اقوال سلف اور کتب فقہاء سے ثابت ہوتا ہے یہ ہے کہ حرف ضاد صوت میں مشابہ حرف ظاء کے ہے، یہاں تک کہ بہ سببِ عسر تمیز ادا کے وقت عامی شخص کو اس کی آواز اور ظاء کی آواز میں کچھ فرق نہیں معلوم ہوسکتا صرف خواص ہی بوجہ اختلاف بعض

صفات کے دونوں میں کچھ تمیز کر سکتے ہیں، اور دال سے اس کو کچھ مشابہت صوت یا صفات میں نہیں ہے، اسی واسطے تمام علماء حنفیہ نے اکثر کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں بجائے ایک حرف کے کوئی ایسا دوسرا حرف پڑھ لے گا جو ایک دوسرے کے مشابہ اور مشارک فی الصفات نہیں ہے اور ان کی آپس میں تمیز آسان ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی، جیسے کوئی صاد کی جگہ طاء یا عین کی جگہ سین پڑھے اور اگر ایسا حرف پڑھ لے کہ جو ایک دوسرے کے ساتھ اکثر صفات اور مخرج میں مشابہ ہو اور ان میں آپس میں تمیز بھی بہت دشوار ہو تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی اور کچھ نقص لازم نہیں آئے گا، جیسے ضاد اور ظاء یہ دونوں آپس میں نہایت ہی مشابہ فی الصوت ہیں اور اکثر صفات میں مشارک ہیں، پس فقہاء کی اس تصریح سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ضاد آواز میں مشابہ ظاء کے ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر ضاد کی جگہ ظاء پڑھ لے گا تو ہرگز نماز فاسد نہ ہوگی بخلاف دال کے کہ نہ وہ مشابہ ضاد کے آواز میں ہے اور نہ وہ مشارک ضاد کے اکثر صفات میں ہے، اسی واسطے علماء حنفیہ نے صاف لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص ﴿وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ کو وَلَا الدَّآلِّيْنَ دال کے ساتھ پڑھے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، چنانچہ سندان تمام کی کتب معتبرہ حنفیہ سے نقل کی جاتی ہے۔

ردالمحتار شرح درالمختار میں جو ایک معتبر فتاویٰ حنفیہ ہے لکھا ہے: ''وَاِنْ كَانَ الْخطأُ بِاِبْدَالِ حَرْفٍ بِحَرْفٍ فَاِنْ اَمْكَنَ الْفَصْلُ بَيْنَهُمَا بِلَا كُلْفَةٍ كَالصَّادِ مَعَ الطَّاءِ بِاَنْ قَرَأَ الطَّالِحَاتِ مَكَانَ الصَّالِحَاتِ فَاتَّفَقُوْا عَلٰى اَنَّهٗ مُفْسِدٌ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ اِلَّا بِمَشَقَّةٍ كَالضَّادِ مَعَ الظَّاءِ وَالصَّادِ مَعَ السِّيْنِ فَاَكْثَرُهُمْ عَلٰى عَدَمِ الْفَسَادِ لِعُمُوْمِ الْبَلْوٰى ـ انتهٰى

اورعالمگیری میں ہے: ''اَوْاِنْ غَیْرَالْمَعْنیٰ فَاِنْ اَمْکَنَ الْفَصْلُ بَیْنَ الْحَرْفَیْنِ مِنْ غَیْرِ مَشَقَّۃٍ کَالطَّاءِ مَعَ الصَّادِ فَقَرَأَالطَّالِحَاتِ مَکَانَ الصَّالِحَاتِ تَفْسُدُ صَلوٰتُہٗ عِنْدَالْکُلِّ وَ اِنْ کَانَ لَا یُمْکِنُ الْفَصْلُ بَیْنَ الْحَرْفَیْنِ اِلَّابِمَشَقَّۃٍ کَالظَّاءِ مَعَ الضَّادِ وَالصَّادِ مَعَ السِّیْنِ وَالطَّاءِ مَعَ التَّاءِ اخْتَلَفَ الْمَشَائِخُ ،قَالَ اَکْثَرُھُمْ لَاتَفْسُدُ صَلوٰتُہٗ. انتھیٰ۔

اورخانیہ میں ہے: ''اَلْاَصْلُ فِیْمَا اِذَا ذَکَرَحَرْفًا مَکَانَ حَرْفٍ وَغَیَّرَ الْمَعْنیٰ اِنْ اَمْکَنَ الْفَصْلُ بَیْنَھُمَابِلَامَشَقَّۃٍ تُفْسِدُ وَاِنْ لَمْ یَکُنْ اِلَّابِمَشَقَّۃٍ کَالظَّاءِ مَعَ الضَّادِالْمُعْجَمَتَیْنِ وَ الصَّادِ مَعَ السِّیْنِ الْمُھْمَلَتَیْنِ وَالطَّاءِ مَعَ التَّاءِ قَالَ اَکْثَرُھُمْ لَاتَفْسُدُ ،اِنْتَھیٰ .

خزانۃ المفتین میں ہے: ''اِنْ ذَکَرَ حَرْفًا مَکَانَ حَرْفٍ وَغَیَّرَالْمَعْنیٰ فَاِنْ اَمْکَنَ الْفَصْلُ کَالطَّاءِ مَعَ الصَّادِ تَفْسُدُ صَلوٰتُہٗ وَاِنْ کَانَ لَایُمْکِنُ الْفَصْلُ بَیْنَ الْحَرْفَیْنِ اِلَّابِمَشَقَّۃٍ کَالظَّاءِ مَعَ الضَّادِ وَالطَّاءِ مَعَ التَّاءِ وَالصَّادِ مَعَ السِّیْنِ اَلْاَکْثَرُعَلیٰ اَنَّہٗ لَاتَفْسُدُ ،انتھیٰ۔اورایسا ہی قاضی خان وغیرہ میں ہے۔

غرض کہ تمام کتب فقہائے حنفیہ میں اسی قسم کی تصریح ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ضاد اور ظاء آپس میں ایسے مشتبہ الصوت اوران کی آواز میں اس قدر مناسبت ہے کہ ایک کی دوسرے سے تمیز دشوار ہے اوراسی واسطے جو شخص ضاد کی جگہ ظاء معجمہ پڑھ لے اور ضالین کو ظالین بالظاء پڑھ لے اس کی نماز ہرگز فاسد نہیں ہوتی اور جو شخص ضالین کو دالین پڑھ لے اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

چنانچہ علاوہ اس کے کہ یہ امر اصول سابقہ سے خود مستنبط ہے تصریح بھی اس کی بعض روایات فقہیہ سے ہوتی ہے ،چانچہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے: ''وَلَوْقَرَأَ

الظَّالِّیْنَ بِالظَّاءِ وَبِالذَّالِ لَاتفسُدُ صلوٰتُہٗ وَلَوْقَرَأَ الذَّالِّیْنَ بِالذَّالِ تفسُدُ صلوٰتُہٗ. اور ایسا ہی خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے: ''وَلَوْقَرَأَ الظَّالِّیْنَ بِالظَّاءِ اَوْبِالذَّالِ اَوْبِالزَّاءِ لَاتفسُدُ''۔

اور جس حالت میں کہ عین ظاء پڑھ لینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی تو ضاد کو مشتبہ الصوت بالظاء پڑھنے میں جو اس کا اصل مخرج ہے کب فاسد ہوگی، البتہ دال اور مشتبہ الصوت بالدال پڑھنے سے فاسد ہوگی جیسا کہ قاضی خان اور خانیہ وغیرہما سے ثابت ہوتا ہے اور علاوہ کتب فقہ کے کتب قراءت سے بھی ایسا ہی ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ حاشیہ جہد المقل میں لکھا ہے: ''فمنهم من يجعلها ظاء هذاليس بعجب لثبوت التشابه وعسر التميز بينهما'' اور ایسا ہی کتب تفسیر سے بھی ثابت ہوتا ہے، اگر ہم تمام روایات کو نقل کریں تو یہ فتویٰ کتاب ہو جائے، اس واسطے ہم زیادہ نقل نہیں کرتے مگر تھوڑی سی عبارت اس موقع پر رسالہ البیان الجزیل للترتیل مصنفہ مولانا العلام مولوی مفتی عنایت احمد رحمہ اللہ استاذ مولوی لطف اللہ مدرس مدرسہ عربی کوئل کی نقل کرتے ہیں جو ان تمام روایات کا لب لباب ہے، چونکہ وہ عبارت اردو زبان کی ہے اس لئے عوام کو اس سے بہت فائدہ ہوگا، وہ عبارت مفتی صاحب کی بجنسہا یہ ہے جو ان کے رسالہ مطبوعہ میں موجود ہے:

''ادا کرنا ضاد کا بہت مشکل ہے اور فرق ضاد اور ظاء میں بھی بہت مشکل ہے اس لئے جزری وغیرہ قراءت کی کتابوں میں اور کتب تفسیر میں تفرقہ ضاد کا ظاء سے باہتمام تمام بیان کیا ہے، اگر آدمی دھیان کر کے سیکھ لے تو آسان ہے مگر ایک بلائے عام اس زمانے میں یہ ہوگئی کہ ضاد کو بصورت دال کے پڑھتے ہیں مشتبہ الصوت دال کا اس سے کر دیا ہے کہ دال پُر نہیں ہے، سو یہ بات جملہ کتب قراءت و تفسیر اور فقہ کے خلاف

ہے، سب کتابوں میں ضاد کا مشتبہ الصوت ہونا ظاء سے ثابت ہوتا ہے نہ دال سے۔

شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے تفسیر فتح العزیز میں آیت ﴿وَمَاهُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ﴾ کی تفسیر میں اور ایک مقام میں ض کا مشتبہ الصوت ہونا ظاء کے ساتھ لکھا ہے، اور فتح القدیر اور فتاویٰ قاضی خان اور اتقان اور بہت سی کتابوں میں فقہ کی اس بات کی تصریح ہے انتہیٰ۔

پس اب ایسی تصریحات کے بعد جو بعض جہلاء ایسے مسائل میں نزاع کرتے ہیں وہ تو دین کو کھیل بناتے ہیں اور اگر علماء نزاع کرتے ہیں تو ان کی حالت پر افسوس ہے کہ ان کو اپنے مذہب کی کتب پر بھی نظر نہیں ہے، اور اس سے بہت زیادہ تفصیل ممکن تھی مگر چونکہ یہ فتویٰ ہے اس واسطے اسی قدر کافی سمجھا گیا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتقن واحکم۔

حررہ محمد اسماعیل عفا اللہ عنہ۔ تمام ہوئی نقل اشتہار مطبوعہ محمدن پریس علی گڈھ۔

الجواب

یہ سائل اور مجیب لا مذہب غیر مقلد قرآن وحدیث وفقہ کے اور مقلد اپنے ہوائے نفسانی کے ہیں، سوال وجواب دونوں اپنے طرف سے خود لکھ کے عوام اہل سنت وجماعت کو دھوکا دیتے ہیں اور یہ فرقہ خارج از اہل سنت ہے باتفاق علماء اہل سنت ہند ہو چکا ہے، اس مسئلہ کا جواب موافق اہل سنت کے اول ہم تحریر کرتے ہیں پھر ہم ان سائل اور مجیب دونوں کے فریب ومغلطہ وغلطی انشاء اللہ بیان کریں گے۔

جواب صحیح یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں نماز رکنِ اعظم اسلام کا ہے، اور قرآن کی قراءت بھی نماز کا بڑا رکن ہے، اس کو صحیح پڑھنا بھی فرض ہے، غلط

خواں امی ہیں، امی کی امامت بھی نہیں جائز ہے اتفاقاً، اور اسے اسی طور سے موافق لہجۂ عرب کے پڑھنا چاہئے جیسا کہ نازل ہوا ہے ،لحن وتغیر اس میں حرام ہے اجماعاً، اورتغیر کسی طور سے ہو خواہ تبدیلِ حرف بحرف ،یا حرکت بحرکت ،یا اختلالِ صفات ومخارج حروف میں سب حرام ہیں اجماعاً اور سب کی سند ہم کتب حدیث سے لکھیں گے، چونکہ قرآن زبان فصیحہ عرب پر اترا ہے، لہٰذا اس کو اسی طرح پڑھنا واجب ہے۔

حدیث:''اقرؤاالقرآن بلحون العرب ''اوراسی لہجۂ عرب کا نام تجوید ہے ،لہٰذا تجوید واجب ہوئی اجماعاً اور چونکہ ادائے بعض حروف عجم پر دشوار ہے اس واسطے تعلم وتصحیح ان حروف کی استاد ماہر سے ہر شخص پر واجب ہے اور وہ تصحیح حروفِ قرآن محال نہیں ہے، تھوڑی سی مشق سے تھوڑے عرصہ میں حاصل ہوسکتی ہے۔

چنانچہ جزریؒ نے ابوعمرودانیؒ سے نقل کیا ہے، پس عجم کو تھوڑی سی مشق کر کے مخارج وصفات ولہجہ عرب کو درست کر لینا واجب ہے مانند دیگر واجبات کے، پھر بعد مشق چند روز کے پھر بھی کسی حرف میں زبان مطاوعت نہ کرے اور ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف ایسا نکلے جس سے تغیر معنی کے ہو اور ادائے صحیح پر قادر نہ ہو تو وہ معذور وامی میں داخل ہے۔

اس کا یہ حکم ہے کہ قرآن میں قصد صحیح کا کرے پھر بھی اگر زبان سے غلط نکلے تو مجبوراً فقہاء نے فتویٰ اس کی نماز کے جواز کا دیا ہے، چنانچہ روایات آوردہ مجیب اشتہار اسی مقام کی ہیں نہ جواز مطلق کی۔

یا یہ کہ عجم کو استاد عارف نہیں ملا یا ملا پر پڑھنا سیکھنا ابھی شروع کیا ہے، تو وقتِ تعلم اور تصحیح کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اور یہ بات نہیں کہ ان روایاتِ معذور کو سن کے

تلاش استاد وفکرِ تعلم نہ کرے اور اگر ایسا کیا تو وہ شخص غاش کتاب اللہ ومخرب قرآن بلاشک ہے، اس کی نماز ہرگز جائز نہیں، مجیب نے ان روایات معذور کو مطلقاً پر حمل کر کے خلقت کو گمراہ کیا ہے تمام ہوا جوابِ مجل۔

اب تفصیل اغلاط وسند ہائے جملہ دعاوے متضمنہ جواب ہٰذا انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوتے ہیں۔حاصل اس جواب کا یہ ہے کہ تبدیل ضاد معجمہ ساتھ ظاء معجمہ یا دال مہملہ کے عمداً قرآن نماز میں مفسد نماز ہے اور نماز معذور غیر مطاوع اللسان کی یا امی کی تا وقت تصحیح قرآن ضرورۃً جائز ہے اور باوجود قدرت صحیح نہ کرے اور اپنے پڑھنے کی صحت وجواز پر مغرور ہو تو اس کی نماز ہرگز جائز نہیں، اور اس مجیب مشتہر کی گردن پر ان سب جہال کے فساد نماز کا وبال ہوگا، تفصیل امور موعودہ جواب کے یہ ہے لامذہبی اور غیر مقلدی سائل کی ظاہر ہے کہ ضاد وظاء میں تشبیہ تشبیہ پکارتے ہیں اور اہل سنت پر بہتان دال پڑھنے کا ضاد کی جگہ لگاتے ہیں، کس کتاب اہل سنت والجماعت میں قراء وغیر قراء سے دال پڑھنے کو جائز لکھا ہے، یہ انکار اہل سنت پر محض افترا ہے۔

دوسری دلیل لامذہبی سائل کی یہ ہے کہ آخر سوال میں یہ فقرہ ابلہ فریبی کا لکھا ''اس کا جواب علماء حنفیہ کی کتابوں سے لکھ دیجئے، اس لئے کہ وہ لوگ کسی مسئلہ کو کتاب وسنت کے موافق نہیں مانتے صرف حنفیوں کی کتابوں کا حوالہ مان لیتے ہیں''۔ یہ فقرہ اس واسطے لکھا ہے کہ لامذہب اہل سنت حنفیہ وغیرہ کو مشرک وکافر لکھتے ہیں، اور ایسے ہی ایسے بہتان باندھتے ہیں گویا اس فرقہ سے انھوں نے حنفیہ کو منکر قرآن وکافر ٹھہرایا ،نعوذ باللہ من ذلک، حالانکہ مجمع علماء میں اس فرقہ کے خارج اہل سنت والجماعت ہونے پر علماء کا اتفاق ہوگیا۔اب یہ لوگ ہم سے کیوں تکرار کرتے ہیں۔ جب ہمارا اور ان کا دین ومذہب جدا جدا ہوا تو تو بحکم ﴿لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ لَا حُجَّةَ

بَیْنَنَاوَبَیْنَکُمْ﴾ الآیۃ مانند روافض وخوارج وجہمیہ وغیرہم کے یہ بھی ہم سے جدا ہوئے ، نہ معلوم یہ فرقہ کیوں ہر وقت حنفیوں ہی سے تکرار رکھتا ہے، باوجودیکہ اکثر ان میں کے ہنود ونصاریٰ سے صاف دلی سے ملتے ہیں اور اہل سنت کو کفر وشرک وغیرہ بہتان سے یاد کرتے ہیں۔

اب غیر مقلدی مجیب کی اور غلطی اس کی جواب کی سنو۔اول چند مقدمہ مع ان کی سند کے سنو، پھر جواب کا فساد خود بخود ظاہر ہو جائے گا۔

اول یہ کہ امی کی امامت قاری کے واسطے اجماعاً جائز نہیں۔

دوسری یہ کہ قرآن پڑھنا لحن سے خواہ نماز میں ہو خواہ خارج از نماز مطلقاً حرام ونا جائز ہے اجماعاً۔

تیسری یہ کہ لحن کی تعریف یہ ہے کہ قرآن کو پڑھنا بلا تجوید یعنی خلاف لہجہ عرب کے۔اور وہ عام ہے مخالفت قواعد اجماعیہ تجوید اور خلل اور تبدیل حرف بحرف وصفت بصفت اور عدم حفظ وقوف اور عدم تنزہ کو جمیع عیوب قراءت سے اور امی معذور ہے تاوقتِ تعلم اور طلب استاد کے بعد میسر ہونے استاذ کے اور فرصت بقدر مشق قرآن کے پھر وہ معذور نہیں کہ اس کی غلط خوانی پر جواز کا حکم دیا جائے اگر استاد اور فرصت دونوں ملیں اور پھر وہ تصحیح قرآن نہ کرے تو وہ مصر اور پر ترک واجب کے اور غاش لکتاب اللہ ورسولہ ہے، ایسے شخص کو عموم بلویٰ میں داخل وشمار کرنا جہالت واضلال ہے، اور ایسے معذور کو اپنی صحت قرآن خوانی پر جواز نماز کا فتویٰ دینا غش وفریب ہے قرآن وحدیثِ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ، سند اس کی بیان ہوتی ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس واسطے کہ تھوڑے دنوں کی توجہ میں وہ تصحیح کر سکتا ہے، پھر بعد توجہ ومشق کے اگر زبان تصحیح قرآن ومخرج وصفت پر مطاوعت نہ کرے تو اب معذور ہے اور امی میں شمار ہے، اس

کی نماز ضرورۃً جائز ہے نہ امامت۔ اور کل روایات فقیہ جواز نماز کی اسی معذور اور غلط خوان کے حق میں وارد ہیں کہ باب زلۃ القاری میں لکھی ہیں، یہ روایات کہیں باب قراءت نماز میں نہیں۔

اب جواز نماز ایسے شخص کے سے فتویٰ جواز نماز غلط خوان عمداً کا دینا بڑی غلطی اور عوام کو دین سے بہکانا ہے، مانند اس شخص کے کہ فقہ میں جواز شرب خمر عند الغصہ دیکھ کر جواز شرب خمر کا فتویٰ دے دے، یا مردار کھانا عند المخمصہ جائز دیکھ کر مطلق مردار کھانے کا فتویٰ دے، معذور کا حکم غیر معذر کو دینا بجز تضلیل کے اور کیا ہے۔ اور فی زماننا عوام نے قرآن پڑھنے کو مانند پڑھنے قصہ کہانی مطبوعہ مروجہ کے کرلیا ہے کہ جس طرح چاہا پڑھا ایسا نہیں چاہیئے بلکہ قرآن کو اسی طرح پڑھنا چاہیئے کہ جیسا اترا ہے اور آنحضرت ﷺ نے اس کو تعلیم فرمایا اور مسلسل بواسطۂ اساتذہ کے ہم کو پہنچا، اس میں غفلت کرنی غش اور دغا لکتاب اللہ ہے، اپنے مقدور بھر کوشش کرے دو چند ثواب پائے گا، والاّ معذور ہے، بلکہ بعض لامذہبوں نے قرآن نماز میں ایسی تفریط کی ہے کہ نماز میں اردو ترجمہ قرآن کا فتویٰ دیا ہے اور خود اردو پڑھتے ہیں اور جو قرآن عربی پڑھے اس کو نماز میں کافی نہیں جانتے۔

چوتھی یہ کہ تجویدِ قرآن باداۓ حروف بمخرج وصفت وحفظ وقوف ہر مکلّف پر واجب ہے اجماعاً، پر وجوب مطلق ہے یا بقدر ما یجوز بہ الصلوٰۃ اس میں اختلاف ہے، قول اول کو صحیح کہا ہے۔

پانچویں یہ کہ وجوبِ تجوید تکلیف مالا یطاق نہیں۔

چھٹی یہ کہ امی وہ ہے جو قرآن کو تجوید سے نہ پڑھ سکے۔

ساتویں یہ کہ کل روایات مجوّزِ نمازِ غلط خواں مطلقاً نہیں ہیں بلکہ مقید باشخاص

واوقات ہیں یعنی معذور وامی وغیرہ ان روایات سے حکم عام دائم ہر فرد کو دینا غلط ہے۔

آٹھویں عدم اہتمام صحابہ کا تجوید میں اس سبب سے تھا کہ ان کو اس کی حاجت نہ تھی، اس واسطے کہ قرآن ان کی زبان ولہجہ پر نازل ہوا تھا، ان کا لہجہ وہی تجوید ہے، اب استدلال تفسیر کبیر کا عدم وجوب تجوید پر باطل ہوگیا۔

نویں لحن قرآن میں ہر طرح کا حرام ہے۔ خلل مخرج حروف کا ہو یا صفت کا یا قاعدہ کا یہ سب اجمال ہے تفصیل اس کی کتب قراءت میں مدلل مبین ہے، پر ہم ایک عبارت مجمل کو جو اجمال احادیث ودلائل کا ہے کتاب نشر سے نقل کرتے ہیں، وہ یہ ہے:

''اَخبَرَنَاالشَّیخُ الْاِمَامُ الْعَالِمُ الْمُقْرِیٔ الْمُجَوِّدُ اَبُوْاِسحٰقَ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ اَحْمَدَ الشَّامِیُّ بِقِرَاءَ ةِ ابْنِ اَبِی الْفَتْحِ اَنَاالْاَمَامُ الْعَلَّامَةُ الْمُقْرِیٔ شَیْخُ التَّجوِیْدِ اَبُوْحَیَّانَ مُحَمَّدُبْنُ یُوْسُفُ الْاُنْدُلُسِیُّ سِمَاعًا اَخْبَرَنَا الشَّیْخُ الْمُقْرِی الْمُجَوِّدُ اَبُوْسَهْلٍ الیسر بن عبداللّٰه الغرناطی قراء ة منی علیه اخبرنا الشیخ المقری ابوالحسن علی بن محمد بن ابی العافیة بقرائتی علیه اخبرناالشیخ المقری ابوبکرمحمدبن ابراهیم الزنجانی واعلیٰ من هٰذا قراء ة علی شیخناالمقری ابی حسین عمربن حسن الحلبی انبأنا علی بن احمد المقدسی عن الشیوخ شیخ عبدالوهاب ابن علی البغدادی وغیره قالوااناالامام شیخ القراء ة والتجوید ابوبکر ابن الحسن البغدادی حدثنا احمد بن بندار بن ابراهیم حدثنا ابو الحسین محمد بن عبدالواحد بن رزمه البزار حدثنا ابوالحسن علی ابن محمدبن المعلی الشونیزی حدثنا محمد بن یحییٰ المروزی

حدثنا محمد بن سعدان حدثنا ابومعاوية الضرير عن جوين عن الضحاک قَال قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ ؓ :جَوِّدُواالْقُرْآنَ وَزَيِّنُوْهُ بِاَحْسَنِ الْاَصْوَاتِ وَاَعْرِبُوْهُ فَاِنَّهٗ عَرَبِیٌّ وَاللّٰهُ يُحِبُّ اَنْ يُّعْرَبَ بِهٖ .

وبعد چند سطور نوشتہ :”وَمَعْنَاهُ اَنَّهَاالْغَايَةُ فِی التَّصْحِيْحِ وَبُلُوْغُ النِّهَايَةِ فِی التَّحْسِيْنِ وَلَاشَکَّ اَنَّ الْاُمَّةَ كَمَاهُمْ مُتَعَبِّدُوْنَ بِفَهْمِ مَعْنَى الْقُرْآنِ وَاِقَامَةِ حُدُوْدِهٖ مُتَعَبِّدُوْنَ بِتَصْحِيْحِ اَلْفَاظِهٖ وَاِقَامَةِ حُرُوْفِهٖ عَلَى الصِّفَةِ الْمُتَلَقَّاةِ مِنْ اَئِمَّةِ الْقِرَاءَ ةِ الْمُتَّصِلَةِ بِالْحَضْرَةِ النَّبَوِيَّةِ الْاَفْصَحِيَّةِ الْعَرَبِيَّةِ الَّتِیْ لَا تَجُوْزُمُخَالَفَتُهَا وَلَاالْعُدُوْلُ عَنْهَااِلٰى غَيْرِهَا.

وَالنَّاسُ فِیْ ذٰلِکَ بَيْنَ مُحْسِنٍ وَمَاجُوْرٍ وَمُسِیْءٍ آثِمٍ اَوْمَعْذُوْرٍ فَمَنْ قَدَرَ عَلٰى تَصْحِيْحِ كَلَامِ اللّٰهِ تَعَالٰى بِاللَّفْظِ الصَّحِيْحِ الْعَرَبِیِّ الْفَصِيْحِ وَعَدَلَ اِلَى اللَّفْظِ الْفَاسِدِ الْعَجَمِیِّ النَّبْطِیِّ الْقَبِيْحِ اسْتِغْنَاءً بِنَفْسِهٖ وَاسْتِبْدَادًا بِرَأْيِهٖ وَحَدْسِهٖ وَاتِّكَالًا عَلٰى مَااَلِفَ مِنْ حِفْظِهٖ وَ اسْتِكْبَارًا عَنِ الرُّجُوْعِ اِلٰى عَالِمٍ يُوْقِفُهٗ عَلٰى صَحِيْحِ لَفْظِهٖ فَاِنَّهٗ مُقَصِّرٌ بِلَاشَکٍّ وَآثِمٌ بِلَارَيْبٍ وَغَاشٌ بِلَامِرْيَةٍ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ.

اَمَّامَنْ كَانَ لَايُطَاوِعُهٗ لِسَانُهٗ وَلَايَجِدُ مَنْ يَّهْدِيْهِ اِلَى الصَّوَابِ بَيَانُهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ لَايُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّاوُسْعَهَا وَلِهٰذَا اَجْمَعَ مَنْ نَعْلَمُهٗ مِنَ الْعُلَمَاءِ عَلٰى اَنَّهٗ لَاتَصِحُّ صَلٰوةُ قَارِئٍ خَلْفَ اُمِّیٍّ وَهُوَمَنْ لَايُحْسِنُ الْقِرَاءَةَ .

وَاخْتَلَفُوْا فِیْ صَلٰوةِ مَنْ يُبَدِّلُ حَرْفًا بِغَيْرِهٖ سَوَاءٌ تَجَانَسَا اَوْ تَقَارَبَا وَاَصَحُّ الْقَوْلَيْنِ عَدَمُ الصِّحَّةِ كَمَنْ قَرَأَ اَلْحَمْدُ بِالْعَيْنِ اَوِالدِّيْنِ بِالتَّاءِ

وَالْمَغْضُوْبِ بِالظَّاءِ وَلِذٰلِکَ عَدَّالْعُلَمَاءُ الْقِرَاءَةَ بِغَيْرِتَجْوِيْدٍ لَحْنًا وَعَدُّوا الْقَارِیَ بِهَا لَحَّانًا وَقَسَّمُوا اللَّحْنَ اِلٰی جَلِيٍّ وَخَفِيٍّ .

وَاخْتَلَفُوْافِیْ حَدِّهٖ وَتَعْرِيْفِهٖ وَالصَّحِيْحُ اَنَّ اللَّحْنَ فِيْهِمَا خَلَلٌ يَطْرَأُ عَلَی الْاَلْفَاظِ فَيُخِلُّ اِلَّا اَنَّ الْجَلِيَّ يُخِلُّ اِخْلَالًا ظَاهِرًا يَشْتَرِکُ فِیْ مَعْرِفَتِهٖ عُلَمَاءُ الْقِرَاءَةِ وَغَيْرُهُمْ .

وَاَنَّ الْخَفِيَّ يُخِلُّ اِخْلَالًا يَخْتَصُّ بِمَعْرِفَتِهٖ عُلَمَاءُ الْقِرَاءَ ةِ وَاَئِمَّةُ الْاَدَاءِ الَّذِيْنَ تَلَقَّوْا مِنْ اَفْوَاهِ الْعُلَمَاءِ وَضَبَطُوْا عَنْ اَلْفَاظِ اَهْلِ الْاَدَاءِ الَّذِيْنَ تُرْتَضٰی تِلَاوَتُهُمْ وَتُوْثَقُ بِمَعْرِفَتِهِمْ وَلَمْ يَخْرُجُوْاعَنِ الْقَوَاعِدِ الصَّحِيْحَةِ وَالنُّصُوْصِ الصَّرِيْحَةِ فَاَعْطَواكُلَّ حَرْفٍ حَقَّهٗ وَ نَزَّلُوْهُ مَنْزِلَهٗ وَ اَوْصَلُوْهُ مُسْتَحِقَّهٗ مِنَ التَّجْوِيْدِ وَالْاِتْقَانِ وَالتَّرْتِيْلِ وَالْاِحْسَانِ.

قَالَ الشَّيْخُ الْاِمَامُ اَبُوْعَبْدِاللّٰهِ نَصْرُبْنُ عَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدِ الشِّيْرَازِيُّ فِیْ كِتَابِهٖ " الْمُوْضِحُ فِی الْقِرَاءَ ةِ" فِیْ فَصْلِ التَّجْوِيْدِ مِنْهُ بَعْدَ ذِكْرِهِ التَّرْتِيْلَ وَالْحَدْرَ وَلُزُوْمَ التَّجْوِيْدِ فِيْهَا قَالَ: فَاِنَّ حُسْنَ الْاَدَاءِ فَرْضٌ فِی الْقِرَاءَ ةِ وَيَجِبُ عَلَی الْقَارِیِ اَنْ يَّتْلُوَالْقُرْآنَ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ صِيَانَةً لِّلْقُرْآنِ اَنْ يَّجِدَ اللَّحْنُ وَالتَّغَيُّرُاِلَيْهِ سَبِيْلًا عَلٰی اَنَّ الْعُلَمَاءَ قَدِاخْتَلَفُوْا فِیْ وُجُوْبِ حُسْنِ الْاَدَاءِ فِی الْقُرْآنِ فَبَعْضُهُمْ ذَهَبَ اِلٰی اَنَّ ذٰلِکَ مَقْصُوْرٌ عَلٰی مَايَلْزَمُ الْمُكَلَّفَ قِرَاءَ تُهٗ فِی الْمُفْتَرَضَاتِ فَاِنَّ تَجْوِيْدَ اللَّفْظِ وتَقْوِيْمَ الْحُرُوْفِ وَحُسْنَ الْاَدَاءِ وَاجِبٌ فِيْهِ فَحَسْبُ.

وَذَهَبَ الْآخَرُوْنَ اِلٰی اَنَّ ذٰلِکَ وَاجِبٌ عَلٰی كُلِّ مَنْ قَرَأَ شَيْئًا مِنَ الْقُرْآنِ كَيْفَ مَاكَانَ لِاَنَّهٗ لَارُخْصَةَ فِیْ تَغَيُّرِاللَّفْظِ بِالْقُرْآنِ وَتَعْوِيْجِهٖ

وَاتّخاذِ اللَّحنِ سَبِيلًا اِلَيهِ اِلَّا عِندَ الضَّرُورَةِ قَالَ اللّٰهُ تَعالىٰ ﴿ قُرءَ انا عَرَبِيًّا غَيرَ ذِى عِوَجٍ ﴾انتهى. وَ هٰذَالْخِلَافُ عَلىٰ هٰذَا الْوَجهِ الَّذِى ذَكَرَهُ غَرِيبٌ وَالْمَذْهَبُ الثَّانِى هُوَ الصَّحِيحُ بَلْ هُوَالصَّوابُ عَلىٰ مَا قَدَّمْنَاهُ وَكَذَاذَكَرَالْاِمَامُ الْحُجَّةُ ابُو الْفَضْلِ الرَّازِىُّ فِى تَجوِيدِهٖ وَصَوَّبَ مَاصَوَّبْنَا .واللّٰه اعلم .

فَالتَّجوِيدُ هُوَحِليَةُ التِّلاوَةِ وَزِينَةُ الْقِراءَ ةِ وَهُوَ اِعطَاءُ الْحُرُوفِ حُقُوقَهَا وَتَرتِيبُهَا وَمَرَاتِبَهَا وَرَدُّالْحَرفِ اِلىٰ مَخْرَجِهٖ وَاَصلِهٖ وَاِلْحَاقُهُ بِنَظِيرِهٖ وَتَصْحِيحُ لَفْظِهٖ وَتَلْطِيفُ النُّطْقِ بِهٖ عَلىٰ حَالِ صِيغَتِهٖ وَكَمَالِ هَيئَتِهٖ مِنْ غَيرِ اِسْرَافٍ وَلَاتعَسُّفٍ وَلَاافْرَاطٍ وَلَا تَكْلِيفٍ وَاِلىٰ ذٰلِكَ اِشَارَةُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ بِقَولِهٖ :مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّقْرَاَ الْقُرآنَ غَضًّا كَمَااُنْزِلَ فَلْيَقْرَأْ قِراءَ ةَ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ يَعْنِى عَبْدَاللّٰهِ بْنَ مَسْعُودٍؓ وَكَانَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَدْ اُعْطِىَ حَظًّاعَظِيمًا فِى تَجوِيدِ الْقُرآنِ وَتَحْقِيقِهٖ وَتَرتِيلِهٖ كَمَاانزَلَ اللّٰهُ تَعالىٰ وَنَاهِيكَ بِرَجُلٍ اَحَبَّ النَّبِىُّ ﷺ اَنْ يَّسْمَعَ الْقُرآنَ مِنْهُ وَلَمَّاقَرَأَ اَبْكىٰ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ كَمَاثَبَتَ فِى الصَّحِيحَيْنِ وَرَوَينَا بِسَنَدٍ صَحِيحٍ اِلىٰ عُثْمَانَ الْهُذَلِىِّ قَالَ صَلّٰى بِنَا ابْنُ مَسْعُودٍ الْمَغْرِبَ بِقُلْ هُوَاللّٰهُ وَلَوَدِدتُّ اَنَّهُ قَرَأَ بِسُورَةِ الْبَقَرَةِ مِنْ حُسْنِ صَوتِهٖ وَتَرتِيلِهٖ .

وبعد دوورق درتجوید ضادنوشتہ ”والضاد انفرد بالاستطالة وليس فى الحروف مايعسر على اللسان مثله فان السنة الناس فيه مختلفة وقل من يحسنه فمنهم من يخرجه ظاء معجمة ومنهم من يمزجه بالدال و منهم من يجعله لاما ومنهم من يخرجه طاء ومنهم من يشبه الزاء وكل

ذلک لایجوز. والحدیث المشهورعلی السنة الناس "اَنَااَفْصَحُ مَنْ نَطَقَ بِالضَّادِ" ولا اصل له ولایصح فلیحذرمن قلبه الظاء و لا سیما فیما یشتبه بلفظ نحو ﴿ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَهٗ﴾ یشتبه بقوله ﴿ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا﴾ فلیعمل الریاضة فی احکام لفظه خصوصاًاذاجاوزه ظاء نحو ﴿اَنْقَضَ ظَهْرَکَ. یَعَضُّ الظَّالِمُ﴾ اوحرف مفخم نحو ﴿اَرْضُ اللّٰهِ﴾ او حرف یجانس ما یشتبه نحو ﴿اْلاَرْضِ ذَهَبًا﴾ وکذااذا سکن و اتی بعده حرف اطباق نحو ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ﴾ اوغیره ﴿اَفَضْتُمْ وَ خُضْتُمْ، وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ، وَفِیْ تَضْلِیْلٍ﴾ انتهیٰ

اب ہم بعد نقل سند اپنے سب دعووں کے حال سوال وجواب اشتہار کا لکھتے ہیں۔

اول یہ کہ سوال میں جو یہ لکھا ہے کہ وہ لوگ کسی مسئلہ کو کتاب وسنت کے موافق نہیں مانتے صرف حنفیوں کی کتابوں کا حوالہ دو۔ سائل حنفیوں کی کتابوں کا حوالہ مانگتا ہے مجیب نے کتب شافعیہ کو کیوں جواب میں داخل کیا۔

دوسرے اس فقرے سے سمجھا جاتا ہے کہ سائل کے نزدیک ضاد مشابہ ظاء کے یا عین ظاء پڑھنے کی کوئی دلیل قرآن وحدیث سے موجود ہے پر اہل سنت اس کو نہیں مانتے، سو ہم کہتے ہیں کہ تم جواز تشابہ یا عین ظاء پڑھنے کی کوئی دلیل قرآن وحدیث سے پیش کرو کبھی نہ ملے گی، یہ پیش بندی اس غرض سے کی ہے کہ تا عوام سمجھیں کہ ان کے پاس دلیل قرآن وحدیث سے تشابہ یا عین ظاء پڑھنے کی ہے، پر ہم بہ سبب ان کے نہ ماننے کے ان کا ذکر نہیں کرتے، یہ بھی ان کا بڑا فریب ہے کہ بلا دلیل اپنے دعوے پر خصم کی کتابوں کا گلا مڑور کے اپنے مطلب پر دلیل لاتے ہیں ان کے پاس اپنے مطلب پر کوئی سوائے فریب اور دھوکا دہی کے نہیں، پس جب ان

کے پاس کوئی دلیل قرآن وحدیث سے جواز تشابہ پر نہیں ہے تو اس کے سوال وجواب اشتہار کے باطل کرنے کو یہی کافی ہے کہ جو بات قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے اس کے جواز کا فتویٰ دے کر عوام کو گمراہ کرتے ہیں۔

قولہ ''آج کل کے علماء کا فتویٰ'' الخ۔ بلکہ اپنی بلا دلیل قرآن وحدیث کے جواز نماز غلط خوان قرآن کا فتویٰ دیا ہے یا یہ ہے کہ تم غیر مقلد جو جواز غلط خوانی پر اور ترک تعلم پر مصر ہو اسی واسطے جواز نماز کا مطلقا فتویٰ دیتے ہو۔

قولہ: قال فی فتح القدیر الخ نقل اس قول کی تطویل لا طائل ہے کوئی فائدہ اس سوال کے جواب میں نہیں دیتا مگر بحکم المعنی فی بطن الشاعر کوئی فائدہ ذہنِ مجیب میں شاید ہو اور مجیب نے بھی کسی مجتہد مطلق کا قول نہیں نقل کیا، عبارات کتب دیکھی دکھائی بلا سند خود لکھی ہیں وہ کتب معتبر ہو سکتی ہیں۔

قولہ: پس جو لوگ ضاد کو مشابہ ظاء کے پڑھنے سے الی آخر قول ردالمحتار۔ ہم نے سند معتبر کتاب معتبر نشر کی دی جس کا مصنف اہل سنت شافعی مذہب محدث وامام لغت ہے، تم نے اپنی کون سی سند دی ہے، اور قاضی خان اور ردالمحتار وغیرہ سے جو تم نے قاعدہ کلیہ عسیر التمیز ویسیر التمیز کا لکھا ہے سو یہ قضیہ کلیہ نہیں بلکہ مخصوص باشخاص و اوقات واحوال ہے، اس واسطے کہ خود قاضی خان وغیرہ نے بعض جزئیات مخالف الحکم اس کلیہ کے لکھے ہیں جیسا کہ لکھا ہے ﴿وَالْعَادِيٰتِ ضَبْحًا﴾ کو بظاء یا ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ﴾ کو بظاء پڑھے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ پس معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ قاضی خان کے نزدیک بھی کلیہ نہیں ہے، ان مواقع میں تصریح فساد کی سب کے واسطے ہوگی، اور یہ قاعدہ مخصوص ہوا ساتھ جزئیات مصرحہ الفساد کے، اور مخصوص ہوا واسطے امی کے تاوقت تصحیحِ قرآن کے اور معذور کے جس کی زبان قبل التعلم وبعد التعلم

مطاوعت نہ کرے اور ساتھ مفقود الاستاذ کے تا ادراک استاذ۔ اور سوائے ان تین مقام کے اور سب مقامات مانند جزئیات مخصوصہ مصرحۃ الفساد کے اس قاعدہ سے خارج ہیں اور مصداق اس کلیہ کا ایک تو امی تا وقتِ تعلم و تصحیح، دوسرے عاجز اور معذور قبل تعلم یا بعد تعلم اگر ان کی زبان قابو میں نہ آوے، تیسرے وہ امی جس کو استاذ تصحیح کرانے والا میسر نہ آیا تا وقت میسر ہونے استاذ کے۔

مجیب نے اس مقدمہ مخصوصہ کو جو حکم جزئیہ میں ہے کلیہ سمجھ کے عوام کے واسطے کلیہ قرار دے کر حکم جواز نماز دے کر حکمِ شرعی کو جو وجوب تجوید ہے باطل کیا اور تصریحات جزئیات کا بھی خیال نہ کیا جو کلیہ کے پاس ہی مرقوم ہیں اور تعلم تجوید کو جو اتفاقاً واجب ہے رد کر دیا، اور ہمارے نزدیک ردالمحتار قابل سند نہیں کیونکہ یہ محشی اکثر خرص و تخمین پر چلتا ہے، اس کی نقل روایات کا تو اعتبار ہے پر اس کے لفظ قُلْتُ میں سب جگہ ہم نے خرص و تخمین پائی ہے۔ ایک روز میں نے جناب مولانا محمد اسحاق صاحب قدس سرہ سے پوچھا کہ میں نے سنا ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب قواعد اصولیہ پر ناظر ہیں، فرمایا یہ شیخ پر کذب و افتراء ہے، قواعد اصولیہ ماخوذ من الکتاب والسنۃ ہیں، اُن پر نظر کی کس کی طاقت ہے، ان پر نظر قرآن و حدیث پر طعن ہے،، البتہ ہدایہ کے قاعدے جو مترجم بلفظ ضابطہ ہوتا ہے اس پر شاہ صاحب ناظر تھے، صورت اس کی یہ ہے کہ صاحب ہدایہ جس جگہ چند جزئیات ایک صورت کے یا ایک حکم کے پاتا ہے اور وہ کسی قاعدہ کے نیچے داخل نہیں ہوتیں تو ان جزئیات میں سے قدر مشترک ایک معنی نکال کر ان معنی کو ضابطہ قرار دیتا ہے تو اس ضابطہ پر شاہ ولی اللہ صاحب منع ڈالتے تھے، اور منع شاہ صاحب حق معلوم ہوتا ہے، اس واسطے کہ حنفیہ کے نزدیک سوائے قیاس جامع شروط و مصرح العلیۃ کے قیاس استقراء و تمثیل وغیرہ قابلِ استدلال نہیں ہیں، یہ

قیاس بھی ان مسائل میں ہے کہ جن میں حکم صریح قرآن وحدیث میں نہ ہو اور قول صحابہ بھی نہ ہو والا قیاس جائز نہیں۔

افسوس ہم اپنی بحث سے باہر چلے گئے، ظاہر ہے کہ ہم دلیل حدثنا کے ساتھ اپنے سے آنحضرت ﷺ تک لاویں اور مجیب سب کو بلا دلیل کہے اور اپنی جہالت ہم پر باندھے بڑا ادلا ور ہے، یہ کیا ضرور ہے کہ جس چیز کو وہ نہیں جانتا اس کو دوسرا بھی نہ جانے، وجوبِ تجوید کو قرآن وحدیث سے سب علماء محدثین جانتے ہیں، اس فرقہٴ لامذہب کے جہالۃً یا عناداً انکار کرنے سے کیا ہوتا ہے، اور وجوبِ تجوید وتصحیحِ قرآن وتخصیص قاعدہ کلیہ فقہاء قرآن وحدیث سے ثابت ہے، ابطال مجیب قاصد الاختلال سے باطل نہ ہوگا، یہ مقدمہ بھی واسطے رد اشتہار کے کافی ہے۔

اب کھل گئی یہ بات کہ جواز نماز معذور مانند جواز شربِ خمر عند الغصہ یا جواز اکل میتہ عند المخمصہ ہوئے، اس جواز محض سے فتوی جواز مطلق کا دینا ایسا ہے کہ جیسا جوازِ شرب خمر مقید سے فتویٰ جواز شرب مطلق دیا جائے، وما ھو الا الاضلال۔

حاصل یہ کہ جیسے نماز بدون ادائے ارکان تکبیر وقیام وقراءت ورکوع وسجود وقعدہ کے باطل ہے، ایسے ہی نماز بدون قراءت قرآن کما ھو کے جیسا یعنی جیسا اترا ہے ساتھ تصحیح وتجوید منزل کے بقدر طاقتِ بشریہ باطل ہے، پس بغیر قراءتِ قرآن صحیح کے نماز بھی باطل ہے، مگر تین شخص تصحیح سے مستثنیٰ ہیں (۱) امی قبل التعلّم، (۲) معذور قبل وبعد تعلم کے (۳) اور معذور معدوم الاستاذ۔ سوائے ان تین کے اور کوئی وجوب تجوید سے خارج نہیں ہوسکتا، بلکہ بعد رفع ہونے عذر کے یہ بھی ماخوذ ہیں اور عمداً قرآن استاذ سے نہ سیکھنا اور صحیح نہ پڑھنا اور اپنے جاہلانہ پڑھنے پر مغرور رہ کر صحت قرآن کو نہ ڈھونڈنا یہ خیانت ہے اللہ اور رسول کی اور اس کی کتاب اور مسلمین کی نعوذ باللہ منہ۔

قولہ: غرض تمام فقہائے حنفیہ میں الخ یہ قول مجیب کا حسب تحریر سابق غلط ہے، کتب حنفیہ کی عبارات کا یہ مطلب نہیں جو مجیب نے لکھا ہے کلیہ غلط ہے، جیسا کہ بیان ہوا۔ اور فقہاء اور قراء کی عبارتوں کا مطلب تحذیر ہے نہ تحریض، اس لئے کہ فقہاء نے تو یہ روایات زلۃ القاری میں لکھی ہیں تو ان کے نزدیک یہ لحن اور غلطی مسلم ہے اور جوفتویٰ اس جگہ دیں گے اضطراری ہے، اور اضطرار انہیں تین جگہ ہوتا ہے نہ اور جگہ۔ اور قراء نے باب تجوید میں ہر ہر حرف کی تجوید جدا جدا بیان کی ہیں، جب تجوید ضاد کی بیان کی تو اس میں بہت تاکید کی یہ حرف خاص عرب کا ہے اور زبان میں نہیں ہے عجم کی زبان پر دشوار ہے، اس کو خوب سیکھ کر پڑھنے میں اہتمام کرے کہ اپنے مخرج طویل سے مع اپنی صفات کے ادا ہو اور سستی اور غفلت نہ کرے، مبادا بہ سبب عسرتِ مخرج کے کوئی اور مخرج ہو جائے اور اس کو ہر حرف سے متمیز ادا کرے، خصوصا حرف ظاء سے بہت احتیاط کرے، اور جدا رکھے کہ اکثر صفات تفخیم واستعلاء وغیرہ میں شریک ہے اور استعلاء وتفخیم اس میں مشترک اور مشتبہ ہیں، تو بہ سبب اشتراک واشتباہ کو اصوات کے خبر دار خبر دار ادا میں غلطی نہ ہو، اور ممیّز ادا ہو، تو فقہا اور قراء نے اسی اشتراک اور اشتباہ کو اپنی کتب میں سبب وعلت تحذیر وتخویف عدم تمیز سے کیا تھا۔

ان جُہال نے اس اشتراک واشتباہ کو سبب وعلت تحریض وترغیب کی کرلی کہ یہ دونوں جو مشابہ ہیں باہم ایک کی جگہ دوسرا پڑھنا ضرور چاہئے، خلقت کو عوام نے بہکا کے گمراہ کردیا، تحذیر کو جہال نے الٹ کر تحریض کرلیا، عباراتِ کتب کو نہیں دیکھا کہ ان کا مطلب کیا ہے، اٹکل پچھو جو چاہے معنیٰ گڑھ لئے اور عوام کو بہکا دیا، اور یہی خلط وخطب مجیب نے کیا ہے۔

عجیب تر یہ ہے کہ مجیب نے تشابہ کو حقیقت ضاد سمجھا ہے او یہ نہیں سمجھا کہ حروف

مقولہ کیف سے ہیں، نہ مقولہ اضافت سے، اوراس کی زیادہ تحقیق رسالہ محوالفساد میں لکھی جا چکی ہے، اگر دل چاہے تو اسے دیکھ لو اور حقیقت واقعیہ نفس الامریہ کو اضافی ٹھہرایا ہے، یہ مقدمہ بھی ان کی خوش فہمی کی دلیل واضح ہے، ہم تو ضاد کو اور حروف سے مختلف الحقیقۃ یا مختلف الشخص کہتے ہیں، اس جگہ ظاء اور دال دونوں برابر غلط ہیں، ہم دال پڑھنے کو کب صحیح کہتے ہیں جو سائل نے دال کو ظاء کے مقابلہ میں لکھا ہے، اور حاشیہ جہد المقل مجہول کا کیا اعتبار ہے، اور پھر بھی تشابہ سبب تحذیر کا ہے نہ تحریض۔ وخلافہ مکابرہ اور غلط فہمی سے جتنی روایات لاؤ گے ہم نے سب کا محل بتادیا کہ غلط خواں معذور ہے والامصر خائن کتاب اللہ ہے، سند میں پہلے گذر چکا اور عبارت محتمل المعانی رسائل کی تصریحات کے مقابل حجت نہیں ہو سکتی اور مجیب جگہ جگہ تشبیہ تشبیہ پکارتا ہے، تنزیہ سے تشبیہ میں پڑ گیا ہے، تشبیہ اضافی واعتباری ہے، واقعی نفس الامری نہیں ہو سکتی اور کوئی بات قابل التفات نہیں فقط۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تحریر ۱۶ر صفر المظفر ۱۳۱۱ھ ہجری قدسی

خلاصۂ سوال

ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے سے بعض علماء فساد نماز کا حکم دیتے ہیں صحیح ہے یا غلط اس کا جواب کتب حنفیہ سے دو کہ یہ لوگ قرآن وحدیث کے موافق مسئلہ کو نہیں مانتے، اس میں سائل نے حنفیہ کو منکر قرآن وحدیث کہہ کر کافر ٹھہرایا ہے، اور پردے میں دعوٰی کیا ہے کہ ہمارے پاس قرآن وحدیث سے ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے کے جواز کی دلیل ہے، لہٰذا ہم ان لوگوں کے نہ ماننے کی وجہ سے بیان نہیں کر سکتے۔

خلاصہ جواب مشتہر

ضاد کی جگہ ظاء پڑھنا نماز میں جائز ہے کہ جس کو مجیب نے چند قواعد و روایات فقیہ حنفیہ سے بیان کیا ہے کہ ضاد مشابہ ظاء کے ہے، متعسر التمیز ایک کی جگہ دوسرے کو نماز میں پڑھنا جائز ہے اور تشابہ کے پردہ میں عین ظاء پڑھنے کو جائز کر دیا ہے۔

خلاصہ جواب جواب مشتہر یہ ہے

کہ نقلِ روایاتِ اشتہار سب بیجا ہیں، بعض بغرض اظہار اپنی سیر کتب کے بے فائدہ محض ہے اور بعض روایات ایسی ہیں جوامی اور معذور اور فاقد الاستاد کے حق میں ہیں، مجیب نے دھوکے سے ان کی روایات کو مطلق و عام کر کے خلقت کو گمراہ کیا ہے اور تشبیہ کا لفظ جو کتب فقہ و قراءت میں تحذیر و تخویف کے واسطے آیا تھا اس کو سبب و علت تحریض و جواز کر لیا اور جہال کو دھوکہ دیا۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ مقدمہ ضاد اور ظاء کو مفسدوں نے چند وجوہ سے ذریعہ فریب کیا ہے، ایک یہ کتب فقہ و قراءت میں تحذیر کے واسطے لفظ تشابہ اور تشبیہ کا واقع ہوا ہے یعنی تجوید ضاد میں لکھا ہے کہ ضاد کو سب حرفوں سے متمیز ادا کرو، خصوصاً ظاء سے اس واسطے کہ ضاد اور ظاء کو شرکت صفت اطباق و تفخیم و استعلاء میں ہے، یہ صفتیں ایسی ہیں کہ ادا میں اور سب صفات ممیّزہ کو مغلوب و مخفی کر دیتی ہیں، ایسا نہ ہو کہ قاری غفلت کر کے ان کے تشابہ باہمی میں دھوکا کھا کر ضاد کو غیر متمیز ادا کرے، بلکہ ہوشیار ہو کر اور عدم تمیز سے ڈر کر اس حرف کو خوب اپنے مخرج سے متمیز ادا کرے، ایسا نہ ہو کہ تشابہ و شرکت صفات سے غیر متمیز و غلط ادا ہو، لحن محرم ہو جائے، اب اس تحذیر کو اپنی خوش فہمی اور ذکاء سے تحریض و ترغیب کر ڈالا اور ضاد کو جو حقیقت واقعی رکھتا تھا اس کو اضافی اور

اعتباری کردیا یعنی اس کی حقیقت تشابہ ٹھہرادی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ عبارات کتب فقہ کو جو معذور کے حق میں وارد ہیں ان کو بے عذروں اور کاہلوں اور کسائی کے اوپر محمول کر کے فتویٰ جواز نماز غلط خواں کا عموماً دے دیا، ان عبارات کا تاویل سے گلا مروڑا، پھر ان کا محل اور مقام بدلا، اور پھر حکم جواز نماز کا دے دیا، اور دلیل تبدیلِ محل کی یہ ہے کہ ان عبارات کو فقہاء زلۃ القاری و غلط خواں معذورین کے حق میں لاتے ہیں، اگر یہ روایات معذوروں کے حق میں نہیں ہوتیں تو ان روایات متعلقہ قراءت کو باب القراءت فی الصلوٰۃ میں لاتے نہ زلۃ القاری میں، ایسے فرق عظیم کو بھی یہ جاہل نہ سمجھیں تو بجز مکابرہ وجدال کے اور کچھ نہیں۔

پھر ان کے اس فریب کو ان لوگوں نے جو آرام طلب ہیں اور مشقت دین کا تحمل نہیں کر سکتے دین کے عزائم کو چھوڑ کر رُخص کے خواہاں ہیں اور قرآن کے حقوق ماموره سے جاہل ہیں یا بند تِلْکَ اَمَانِيُّهُمْ کے ہیں، نفس امارہ بہانہ جو کی موافقت سے اس آسانی کو قبول کر کے جوق جوق نے اس کو قبول کیا، اور خدمت تصحیح قرآن سے اعراض کیا اور کروایا اور مشقت دین سے آرام پایا ﴿اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِيْنَ﴾ فقط

کتبہ عبدالرحمٰن عفی عنہ انصاری پانی پتی

نقل فتویٰ متعلق مصلات اربعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال علمائے دین سے یہ ہے کہ زید نے اپنی کتاب میں یہ عبارت لکھی ہے:

"البتہ چار مصلے جو مکہ معظمہ میں مقرر کئے گئے ہیں لا ریب یہ امر زبون ہے کہ تکرار

جماعت وافتراق اس سے لازم آگیا کہ ایک جماعت ہونے میں دوسرے مذہب کی جماعت بیٹھی رہتی ہے اور شریک جماعت نہیں ہوتی اور مرتکب حرمت ہوتے ہیں مگر یہ تفرقہ نہ ائمہ حضرات مجتہدین سے ہے نہ علمائے متقدمین سے بلکہ کسی وقت میں سلطنت میں کسی وجہ سے یہ امر حادث ہوا ہے کہ اس کو کوئی اہل علم اہل حق پسند نہیں کرتا، پس یہ طعن نہ علماء اہل حق مذاہب اربعہ پر ہے بلکہ سلاطین پر ہے کہ مرتکب اس بدعت کے ہوئے۔فقط واللہ اعلم۔

پس دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ چار مصلے کس کی سلطنت میں ہوئے، اور کس امر و بنیاد پر قائم کئے گئے ہیں کہ جو زید لکھتا ہے کہ لاریب یہ امر زبون ہے، صدہا علماء کاملین و صلحائے مقبولین گذرے، کسی نے آج تک یہ اعتراض نہیں کیا کہ جواب زید اعتراض کرتا ہے، آیا اس کا لکھنا درست ہے یا خلاف جواب بدلائل مکمل صاف صاف تحریر فرمادیں۔

الجواب

اول ایک مقدمہ سن لینا چاہئے کہ کعبہ معظّمہ کی بنیاد ڈالی ہوئی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے بحکم ﴿اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا﴾ الآیۃ کہ حضرت آدم علیہ السلام نے بمشارکت فرشتوں کے یہ بنیاد ساتوں زمینوں سے سطح زمین تک چند پہاڑوں کے پتھروں سے بنائی اور اس بنیاد پر حسب خواہش اور دعا حضرت آدم علیہ السلام بحکم خدا بیت المعمور رکھا گیا، اور وقت طوفان حضرت نوح علیہ السلام کے وہ بیت المعمور پھر آسمانوں پر چلا گیا۔تو اب مرکز زمین اور بیت المعمور کے بیچ میں اس بنیاد کے مقابل جو خلائے متوہم ہے وہ کل کعبہ کا حکم رکھتی ہے، انسان اور

سب ملائکہ بحکم خدا اس طرف عبادت خدا کرتے ہیں اور مابین کی بنا اور عمارت قبلہ ہونے سے خارج ہے کہ وہ اوقات مختلفہ میں متبدل ہو جاتی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی بنیاد پر یہ عمارت کعبہ بنائی، آنحضرت ﷺ کے زمانے میں بھی اس کی تعمیر ہوئی، عبداللہ بن زبیرؓ اور حجاج بن یوسف وغیرھما نے بھی اس کی تعمیر کی مگر وہ خلائے متوہم بدستور قائم ہے۔ اسی طرح مساجد تمام زمین کا حکم ہے کہ جب کسی عرصۂ زمین کو وقف کر کے نیازِ خدا کر دیتے ہیں تو وہ زمین سطح زمین سے آسمان تک اس کی محاذی مسجد کا حکم پیدا کر لیتی ہے۔ اور اس مقام پر عبادت کرنا نہایت فضیلت اور بزرگی رکھتا ہے بہ نسبت اور زمین کے، اگرچہ واسطے جواز نماز کے ساری زمین برابر ہے، مگر یہ مقام بہ سبب نسبت خدا کے سب مقاموں سے افضل اور بزرگ ہو جاتا ہے بحکم آیات قرآنی اور عمارات مساجد کو مسجد ہونے میں کچھ دخل نہیں۔

اگر کسی شخص نے ایک زمین کو خدا کے واسطے مسجد اور وقف کر دیا تو اس میں ثواب نماز مسجد کا ثابت ہو گیا، عمارت ہو یا نہ ہو اگر کسی شخص نے کسی زمین میں دکان اور اپنا مکان بنا کے بالائے سقف مسجد بنائی تو وہ مسجد نہ ہو گی اور اس میں ثواب نماز مسجد کا نہ ملے گا، مگر یہ کہ مسجد کی کسی مصلحت کے واسطے کوئی حجرہ یا مکان مسجد کے نیچے بنایا ہے نہ واسطے انتفاع کرایہ کے تو جائز ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد جب ہوتی ہے کہ جب زمین سے آسمان تک اس کے درمیان کو واسطے مسجد عبادت خدا کے کر دیا ہو، لیکن عمارت کعبہ کے بعض فوائد سے بیان جہات اربعہ خلائے متوہم کا جو اصلی کعبہ ہے اور نیز اس واسطے بھی عمارت بنائے کعبہ ہے کہ عوام کے قلوب منزہ عن الجہات کی عبادت کے وقت ایک ہی طرف متوجہ رہیں، اور فوائد عمارتِ مصلات سے یہ ہے کہ وقت تحیّر بوجہ ظلمت وغیرہ کے جہت کعبہ معلوم ہو جائے۔

اور نیز بیان اس امر کا کہ اس مقام عمارت مصلات سے وہ صحن کعبہ شروع ہوتا ہے جو اصل صحنِ کعبہ سے کہ جو حضرت سرور کائنات کے زمانے میں تھا زائد ہوا ہے، اور بنائے مساجد تمام زمین میں فائدہ عمارت کا بیان جہت کعبہ کے ہے اور بنائے جہت یمین و یسار کا کہیں ہوتا ہے کہیں نہیں، اب حال کعبہ کا یہ ہے کہ صحن کعبہ کا چاروں طرف آنحضرت ﷺ کے زمانے میں فقط مطاف تھا پھر آہستہ آہستہ مکانات گردو پیش کے مسلمانوں نے وقف کر کے صحن میں ملا دئے، چنانچہ مصلات اربعہ سب خارج مطاف سے ہیں کہ جو زمانوں مختلفہ میں بڑھتے بڑھتے اکثر مکانات حرم مسجد میں داخل ہو گئے سوائے مطاف کے اور سب اطراف آنحضرت ﷺ کے بعد صحن کعبہ میں ملے بانند اور مساجد تمام زمین کے کہ وہ بھی بعد آنحضرت ﷺ کے مقرر ہوئے ہیں ، عمارت اور بنا کو تمام زمین کے مساجد میں کوئی دخل نہیں، کسی زمین مسجد بے عمارت میں اگر کسی نے کوئی عمارت بنادی تو جیسے دالانِ مسجد یا مسجد میں حجرہ یا محراب تو اس بنانے سے وہ مسجد کچھ زائد نہیں ہو جاتی جیسے سابق میں بلا عمارت تھی ویسے ہی رہے گی ، اسی طرح صحن کعبہ میں جو زائد ہوا ہے اس میں اگر کسی نے کوئی عمارت بنادی تو وہ بنانا مانند عمارات اور مساجد کے ہے، اور ان عماراتِ مساجد کو کوئی بدعت نہیں کہتا، سب جائز جانتے ہیں، چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ نے منکران تکلف تعمیر مسجد نبوی کو جواب دیا تھا کہ سب لوگ اپنے گھروں کو تو مکلّف بناتے ہیں ، اگر میں نے مسجد خدا کو مکلّف اور مزین بنایا تو کیا مضائقہ ہوا۔ اور آنحضرت ﷺ کے وقت میں اول مسجد نبوی میں بجز زمین اور سترہ کے کچھ نہ تھا۔ پھر کچی دیواروں پر کھجور کی چھڑیں اور تھوڑی سی مٹی ڈال کے کہ جو مصلیوں کے سروں کے قریب تھی بنالی، اور اکثر بارش کا پانی مسجد میں ٹپکتا تھا پھر اس عمارت کو جو کعبہ کے مسجد کے صحن زائد میں کسی فائدہ کے واسطے کسی نے

بنادی کیوں بدعت کہتے ہو؟

جاننا چاہئے کہ مسجد کے لغوی معنیٰ اور مصلّے کے معنیٰ ایک ہیں یعنی سجدہ کی جگہ اوراس کے اصطلاحی معنی جائے تحصیل تقرب الٰہی ہیں کہ جس میں اور جگہ سے زائد ثواب ہوتا ہے، اور حدوث ان مصلات اربعہ کا اہل تواریخ نے قبل ۵۵۱ھ کے لکھا ہے اوران چاروں مسجد اور مصلوں کی عمارت کو ان کے مسجد ہونے میں کچھ دخل نہیں جیسے اور تمام مساجد زمین میں عمارت کو کچھ دخل نہیں ہے، مسجد اور مصلیٰ فقط زمین ہی ہے، ان کا نام حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی رکھنا یہ فقط واسطے بیان تمیز جہات اربعہ کے ہے کیونکہ جیسی جہتیں چار ہیں ویسے ہی مذہب بھی چار ہیں، بغرض تمیز جہات اربعہ کے حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی یہ نام بڑھادئے ہیں، نہ مذہب سے کچھ علاقہ نہ زمانے سے، چاروں مذہبوں میں جس مصلے پر جو چاہے بلا تکلف نماز پڑھ لے، کسی کو کچھ عذر اور تکرار نہیں، مگر جس وقت کہ مقتدی کو امام مخالف کی طرف گمان عدم جواز نماز اس کی نماز کا ہو تو تقاعد اس سے جائز ہے، اوراسی سبب سے سلطان نے ائمہ ہر مذہب سے اس امر کے مُچلکے لے رکھے ہیں کہ ہر مذہب کے موافق جواز نماز کی رعایت رکھیں تو وہ گمان بھی باطل ہے۔ اوراس صورت میں تقاعد کسی مذہب والے کی جماعت سے بہتر نہ ہوا، اور جماعت امام مخالف سے بیٹھ رہنا بعض جہال متعصبین کا قابل طعن اور استدلال کے نہیں کہ جہال متعصبین ہر فرقہ کی مبحث سے خارج ہیں، لہٰذا ہمارے نزدیک یہ مصلات اربعہ مانند اور مساجد تمام روئے زمین کی ہر ایک جدا مسجد ہے کہ جو حوالی کعبہ کے بنائی گئی ہے، پس اگر زید نے ان خلائے متوہم کو بدعت لکھا ہے تو یہ بدیہی البطلان ہے اوراس عمارت کو لکھا ہے تو بھی اس کا حکم اور مساجد روئے زمین کا سا ہے اوران مصلات کا حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، نام رکھنا واسطے تمیز ہر جہت کے ہے، کسی

جہت کو کسی امام سے خصوصیت نہیں، اور جیسا کہ تعدد جماعت کا تمام روئے زمین میں مساجد متعددہ میں جائز ہے اسی طرح یہاں بھی مساجد مختلفہ میں اور مصلات اربعہ کے مساجد مختلف ہونے کی وجہ اور چند مسائل سے بھی معلوم ہوتے ہیں کہ جن میں سے مسئلہ تقدم وتاخر مقتدی عن الامام ہے۔ فقط واللہ عالم بالصواب

العبد محمد عبدالرحمٰن عفی عنہ

بقلم عبدالسلام عفی عنہ انصاری پانی پتی

۸ محرم یوم شنبہ ۱۳۱۲ھ

حضرت شیخنا واستاذنا مولانا قاری صاحب دام برکاتہم نے نسبت صحت تعمیر مصلات اربعہ بعد تمہید مقدمہ جو جواب باصواب تحریر فرمایا ہے وہی اس باب میں کافی ہے، بلاشبہ حرم شریف میں مکانات یا مصلات اربعہ کا ہونا جن سے مصلین کو آرام ملے اور اسی طرح دیگر مساجد میں دالان وغیرہ کو اسی فائدہ کی نیت سے بنانا ماتحت آیت کریمہ ﴿اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰہِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰہِ﴾ الخ کے داخل اور موجب راحت عاجل اور ثواب آجل ہے، مولانا محمد ایوب محدث پیشاوری نے اپنی بعض تحریرات میں جو مناسب تقریر بابت مصلات اربعہ تحریر فرمائی ہے وہ بجنسہٖ نقل کی جاتی ہے:

”وفعل الاصل فی الافتاء بجواز الاتخاذ المقام والمصلی بقرب البیت المعلی الخارج المطاف علی ماشی علیہ القاضی ابو البقاء و غیرہ من العلماء النبلاء الذین یقتدی بھم فی الافتاء مارواہ الشیخان فی صحیحھما عن عمر بن الخطاب قال قلت یارسول اللّٰہ لو اتخذت

مقام ابراهيم مصلىٰ ،فنزلت ﴿وَاتَّخِذُوْامِنْ مَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلّٰى﴾ موضع صلوٰة يصلون فيه ،كذافي المدارك .

وقال العلامة ابوسعود فى تفسيره :"الخطاب له عليه السلا م ولامته والامر للاستحباب .وقال الخازن فى تفسيره :"الصحيح ان مقام ابراهيم هو الحجر الذى يصلى عنده الائمة ،ثم لماافترقت الفرقة الناجية الملقبة باهل السنة والجماعة على اربعة مذاهب وظهرفيهِم اختلاف كثير فى الاحكام العملية سيمافى باب الصلوٰة التى من حقهاان يؤدى بالجماعة حتى ان الحنفية اشترطوا لصحة الاقتداء بالشافعية امورا متعددة مذكورة فى كتب الفقه .

وكذاقال الشافعى وغيره من المالكية والحنبلية فتمكن فى صحة اقتداء كل واحد من الفرق الاربعة بمن خالفهم فى المذاهب شبهة قوية وكان المسجد الحرام المحيط ببيت الملك العلام بمنزلة اربعة مساجد بعددجهات الكعبة كما اشير اليه فى قوله تعالىٰ ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَاللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَفِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا﴾الآية يعنى مشركى مكة منعوا المسلمين من الذكر فى المسجد الحرام .كذا فى التفسيرابوسبط للامام الواحدى واخرج ابن ابى حاتم فى تفسيره عن ابن عباس ان قريشا لمامنعوا النبى ﷺ عن الصلوٰة عندالكعبة فى المسجد الحرام فانزل الله هٰذه الآية كذافى اسباب النزول للسيوطى .

وقال العلامه العلى القارى فى المعول فى فضيلة الصف الاول

مالفظه :سماه الله مساجد بصيغة الجمع لان جهات الاربعة بمنزلة المساجد حول الكعبة المعظمة .انتهى

فاختاركل فرقة من تلك الفرق الاربعة المذكورة جانبا معينا من جوانب الكعبة فاتخذوامن اربعة جوانب مصلىٰ علىٰحدة يصلى فيه امام كل مدهب بمن يوافقه في المذاهب فيصح الاقتداء به بلا شبهة ولعل هٰذاهوالمصلحة فى تعد المصلىٰ فى المسجد الحرام الذى بمنزلة المساجد الاربعة حول الكعبة .ثم انهم رتبواالجماعات فى تلك المقامات ولم يؤم الائمة الاربعة معا لان المسجد الحرام وان كان فى حكم المساجد الاانه مسجدواحد فى الحقيقة ومن المقر عندالفقهاء ان تعد الجماعات معامكروه فى مسجد واحد وان لم يكن له اهل معين واذا لم يكن الجماعة على الهيئة الاولىٰ لاتكره وهوالصحيح المنقول عن الامام ابى يوسف كمافى آخرشرح المنية وبالعدول عندالمحراب يختلف الهيئة كما فى بزازية .انتهى وفى هٰذا كفاية لمن له دراية ، والله اعلم. كتبه العبدالعاصى مشتاق احمد حنفى عفى عنه

تمت بالخير

فہرست کتب قرأۃ اکیڈمی، ترکیسر، سورت، گجرات

نمبرشمار	اسمائے کتب	زبان	نمبرشمار	اسمائے کتب	زبان
۱	المنشر فی القراءۃ العشر	عربی	۴۳	مفید التجوید	اردو
۲	الوافی شرح شاطبیہ	عربی	۴۴	فیض انیس	اردو
۳	غیث النفع	عربی	۴۵	الاقتصاد فی الضاد	اردو
۴	البدور الزاهرہ	عربی	۴۶	عذار القرآن	اردو
۵	شرح السمنودی	عربی	۴۷	ضیاء القراءۃ	اردو
۶	المنح الفکریہ	عربی	۴۸	تنویر المرأت	اردو
۷	اتحاف الفضلاء البشر	عربی	۴۹	معلم التجوید	اردو
۸	متن شاطبیہ (مجلد)	عربی	۵۰	معرفۃ التجوید	اردو
۹	متن شاطبیہ (غیر مجلد)	عربی	۵۱	تنویر شرح تیسیر	اردو
۱۰	منجد المقرئیین	عربی	۵۲	کشف النظر	اردو
۱۱	نهایة القول المفید	عربی	۵۳	قرۃ المرضیہ	اردو
۱۲	کتاب التیسیر للدانی	عربی	۵۴	شارح الوقف	اردو
۱۳	الایضاح	عربی	۵۵	لوامع الدریہ	اردو
۱۴	مقدمۃ الجزریہ	عربی	۵۶	المسہلہ	اردو
۱۵	خلاصۃ البیان	عربی	۵۷	ایضاح المقاصد	اردو
۱۶	خلاصہ مع الجزریہ	عربی	۵۸	عنایات رحمانی	اردو
۱۷	اصول الدرۃ المضیۃ	عربی	۵۹	شرح فوائد مکیہ	اردو
۱۸	المعجم المتشابهات....	عربی	۶۰	البدور الثلاثۃ	اردو
۱۹	سراج القاری	عربی	۶۱	الاهتداء فی الوقف والابتداء	اردو
۲۰	اتحاف الانام	عربی	۶۲	الجواهر النقیۃ	اردو
۲۱	رائیہ	عربی	۶۳	تسهیل التجوید	اردو
۲۲	تفهیم التجوید	اردو	۶۴	فوائد مکیہ	اردو
۲۳	معلم الاداء فی الوقف والابتداء	اردو	۶۵	الکلام المفید فی اجراء التجوید	اردو
۲۴	احیاء المعانی	اردو	۶۶	الاجراء فی قواعد التجوید	اردو
۲۵	اسهل الموارد	اردو	۶۷	تشریح المعانی	عربی
۲۶	الجواهر الضیائیہ	اردو	۶۸	تنشیط الطبع فی اجراء السبع	اردو
۲۷	امانیہ فی شرح شاطبیہ	اردو	۶۹	[illegible]	اردو
۲۸	تفهیم الوقوف	اردو	۷۰	[illegible]	اردو
۲۹	شرح الجزریہ	اردو	۷۱	نفائس البیان فی رسم القرآن	اردو
۳۰	شرح سبعہ (دوجلدیں)	اردو	۷۲	البرهان شرح حظ البیان	اردو
۳۱	کمال الفرقان	اردو	۷۳	[illegible]	اردو
۳۲	فوائد مکیہ (حواشی مرضیہ)	اردو	۷۴	وقوف المبتدی	اردو
۳۳	فوائد مکیہ (حواشی لمعات شمسیہ)	اردو	۷۵	فیوض مکیہ	اردو
۳۴	فوائد مکیہ (حواشی توضیحات مرضیہ) مجلد	اردو	۷۶	مفید القراء	اردو
۳۵	فوائد مکیہ (حواشی توضیحات مرضیہ) غیر مجلد	اردو	۷۷	فوائد مکیہ (متن)	اردو
۳۶	فوائد مکیہ مع معرفۃ الرسوم	اردو	۷۸	الرعایہ	(عربی)
۳۷	الفوائد المتممہ	اردو	۷۹	خلاصہ مع الضبط والتصحیح	اردو
۳۸	جامع الوقف ومعرفۃ الوقوف	اردو	۸۰	کامل الوقف	اردو
۳۹	الفوائد المحبیہ	اردو	۸۱	فیوض رحمانی	اردو
۴۰	الفوائد التجویدیہ	اردو	۸۲	رفع التضاد	اردو
۴۱	معرفۃ الرسوم	اردو	۸۳	التحبیر التیسیر	(عربی)
۴۲	خزینۃ العلوم فی شرح معرفۃ الرسوم	اردو	۸۴	توضیح العشر شرح طیبۃ النشر	(عربی)

Qirat Academy
At. & Po. Tadkeshwar - 394170
Distt. Surat, Gujarat, (M) 9825364632